366

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ
مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدِّث

اگست ۲۰۱۴ء

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

۴ عراق میں 'دولتِ خلافت اسلامیہ' کا اعلان!
۴۵ جمالِ نبوی ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کا شوق و وارفتگی
۶۲ حلالۂ ملعونہ مروّجہ کا قرآنِ کریم سے جواز؟
۸۶ امیر المؤمنین ہارون الرشید عباسی ہاشمی

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان
ویب سائٹس
مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN
محدث فورم
Forum.Mohaddis.com
محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com
محدث فتویٰ
UrduFatwa.com
محدث لائبریری
KitaboSunnat.com
یومیہ 15000 وزیٹر
ہر لمحہ 2000 قارئین
زیر سرپرستی
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
زیر نگرانی
ڈاکٹر حافظ انس نضر
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی
علمی معاونت
قاری مصطفیٰ راسخ
قاری خضر حیات
فنی معاونت
انجینئر محمد شاکر اعوان
انجینئر عمیر حسن راجہ
خصوصیات
اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس
اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
تمام ویب سائٹس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت
جاری پروگرام
محدث لائبریری
(KitaboSunnat.com)
یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
حالات کی مناسبت سے اہم مضامین
محدث فتویٰ
(UrduFatwa.com)
تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ لوڈنگ
نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوابات
محدث میگزین
(Magazine.Mohaddis.com)
45 سال کے تقریباً 90 فیصد شمارے
(Unicode / PDF)
محدث فورم
(Forum.Mohaddis.com)
موضوعات: 20829 ترسیلات: 170731
اراکین: 2497
مستقبل کے منصوبے
حدیث پراجیکٹ
محدث یونیکوڈ لائبریری
محدث آڈیو، ویڈیو سیکشن
رسائل و جرائد سیکشن
ماہانہ اخراجات پونے دو لاکھ روپے
زیر اہتمام
مجلس التحقیق الاسلامی
J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور
Mobile: +92 322 7222288
anasnazar99@gmail.com
Account: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093

magazine.mohaddis.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ

اعزازی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

جلد ۴۶ — یکم اگست ۲۰۱۴ء، شوال المعظم ۱۴۳۵ھ — عدد ۳

مجلس ادارت: ڈاکٹر حافظ انس مدنی، ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، حافظ عمران الٰہی، محمد کامران طاہر

فہرست مضامین

فکر و نظر	عراق میں 'دولتِ خلافت اسلامیہ' کا اعلان! — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	۴
احکام و مسائل	روزوں کی قضا اور فدیہ کے بارے میں فتاویٰ — مرتب: حافظ عمران الٰہی	۳۷
سنّت و سیرت	جمالِ نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا شوق و وارفتگی — محترمہ صدف صادق	۴۵
تحقیق و تنقید	حلالۂ ملعونہ مروّجہ کا قرآنِ کریم سے جواز؟ — قسط دوم / آخری — مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ	۶۲
تاریخ و سیر	امیر المؤمنین ہارون الرشید عباسی ہاشمی — ابو مسعود عبد الجبار سلفی	۸۶
قضیہ فلسطین	اہل مغرب کا مسلمانوں سے سفاکانہ رویہ — خالد المعینا	۹۶

انتظام و ترسیل: محمد اصغر 03054600861

زر سالانہ =/۳۰۰ روپے
فی شمارہ =/۶۰ روپے

بیرون ملک
زر سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۴ ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ: ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700

042-35866476
35866396

Email:
IRC99J@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

Designing,: by Print Care. 0333-4091017 / 0315-4590351

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے! ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

عراق میں 'دولتِ خلافتِ اسلامیہ' کا اعلان!

'داعش' کا تعارف، اِمکانات، خوبیاں اور خامیاں اور قابل توجہ اُمور

عالم عرب بالخصوص مشرقِ وسطیٰ میں صورتحال ہر روز بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے۔ ہر دو چار ہفتے کے بعد ایک نیا مسئلہ اور سانحہ پیش آتا ہے۔ سال ۲۰۱۴ء کے سات ماہ میں شام میں جاری بدترین قتل وغارت گری کے بعد، مصر میں اخوان المسلمون پر فوجی حکومت کے سرکاری مظالم میں شدید اضافہ ہو چکا ہے۔ مارچ میں سعودی حکومت نے اخوان المسلمون کو دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا اور سعودی عرب و امارات نے قطر سے اپنے سفیر واپس بلا لیے، مئی جون میں 'دولتِ اسلامیہ عراق وشام' (داعش یا ISIS) کی نقل وحرکت میں اضافہ ہوا، اور اُنہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے شام و عراق کے اہم شہروں اور بڑے علاقے پر قبضہ مستحکم کر لیا۔ یکم رمضان کو داعش نے خلافتِ اسلامیہ کا اعلان کر دیا۔ ابھی یہ صورتحال پوری طرح واضح نہ ہوئی تھی کہ وسطِ رمضان میں اسرائیل نے تیسری بار غزہ میں بدترین جارحیت وبربریت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یوں تو تبدیلی اور جبر وتشدد کی یہ لہر صرف مشرقِ وسطیٰ تک محدود نہیں بلکہ اُمتِ محمدیہ پر اس قتل وغارت گری کا سلسلہ برما، پاکستان، افغانستان، قفقاز، صومالیہ، لبنان، لیبیا اور چین تک پھیلا ہوا ہے، لیکن دنیائے عرب میں جاری حالیہ تغیرات فکر انگیز، گہرے اور دور رَس ہیں۔ ان کا مطالعہ ایک مسلمان کے لیے چشم کشا اور بہت سی حقیقتوں کو آشکارا کرنے کا باعث ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ افغانستان، عراق، شام، مصر اور فلسطین میں انہی دو تین ماہ میں قومی انتخابات کے ڈھونگ بھی رچائے گئے ہیں، جن میں اکثر وبیشتر پچھلی حکومتیں ہی نئے دعووں اور عزائم کے ساتھ سامنے آئی ہیں۔ ذیل میں ان میں سے اہم ترین واقعے، عراق وشام کے تناظر میں داعش کی صورتحال پر تفصیلات پیش کر کے، آخر میں اپنا تبصرہ وتجزیہ پیش کیا جائے گا۔

مستقبل کے دور رس اثرات کے لحاظ سے 'دولتِ اسلامیہ عراق وشام' کی پیش قدمی اور باقاعدہ خلافتِ اسلامیہ کا اعلان ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ الدولة الاسلامية في العراق

magazine.mohaddis.com

والشام جس کا مخفف عربی میں داعش اور انگریزی میں ISIS ہے، عراق میں سنّی جہادیوں کی ایک ۱۰،۸ سال قدیم جماعت ہے جو صدام حکومت کے خاتمے کے بعد وجود میں آئی۔ اس کے پہلے رہنما ابو عمر بغدادی تھے، جو ۱۹/ اپریل ۲۰۱۰ء کو امریکی فوجوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے، اس کے موجودہ قائد ابو بکر ابراہیم بن عواد بدری حسینی قریشی بغدادی ہیں جو علم و فضل سے بڑھ کر ایک مردِ میدان ہیں۔ اس تنظیم نے شام کے ضلع جات: حلب، رِقہ، ریف اور حمص وحماۃ و دمشق کے بعض حصوں کے علاوہ عراق کے دوسرے بڑے شہر موصل، سنّی اکثریت کے چھ ضلع جات: شمال مغربی ضلع صلاح الدین (مرکز تکریت)، ضلع نینوا (مرکز موصل)، مغربی عراق کے ضلع انبار (مرکز رمادی) اور شہروں فلوجہ، عانہ، ہیجی، قائم، رطبہ، تل عفر، دیالی وغیرہ پر اپنا قبضہ مستحکم کرلیا ہے۔ عراق کے سب سے بڑے موصل ڈیم اور آئل ریفائنریز، حمص کے نیچرل گیس سنٹر کے علاوہ بغداد کے نواحی قصبہ جات تک اس کی قوت پھیل چکی ہے۔

داعش ماضی میں القاعدہ سے ہی علیحدہ ہونے والی تنظیم ہے۔ شام میں کامیاب عسکری جدوجہد کرنے والی جبهة النُّصرة نے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا تو دونوں میں جنگیں ہوئیں، اور آخر کار اتفاق کی صورت میں دونوں کا نام الدولة الاسلامية في العراق سے والشام تک وسیع کردیا گیا۔ داعش کی حالیہ پیش قدمی جون کے آغاز میں سامنے آئی ہے، جسے اپنی قوت کے لحاظ سے مغربی میڈیا القاعدہ سے زیادہ مؤثر قرار دے رہا ہے۔ اس تنظیم کو درج ذیل عناصر پر مشتمل قرار دیا جاسکتا ہے :

① بنیادی طور پر یہ عراق میں امریکی تسلط کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنے والی تنظیم ہے جو عراق میں امریکی جارحیت کا شکار ہونے والی صدام حکومت کے خاتمے کے بعد وجود میں آئی۔ سلفی پس منظر سے وجود میں آنے والی القاعدہ سے ماضی میں منسلک ہونے کے ناطے عالمی جہادی نیٹ ورک اور شام میں جاری مزاحمت سے اس کا قریبی تعلق ہے، اس وقت القاعدہ سے بھی منحرف ہوکر 'داعش' اکیلے پرواز کررہی ہے۔ اس تنظیم کی قیادت اور مرکزی کنٹرول بنیادی طور پر یہی عنصر کررہا ہے۔ چونکہ امریکہ نے عراق میں صدام حسین کی سنی سیکولر حکومت کا خاتمہ کرکے، وہاں اقتدار اپنے کٹھ پتلی حکمران وزیر اعظم نوری المالکی کے حوالے کردیا تھا جس نے اپنے دورِ حکومت میں شیعہ نوازی اور بدترین

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے سنی عناصر کو کچلنا شروع کر دیا اور شیعہ برادری کو اپنی حمایت کے لیے اپنے پیچھے اکٹھا کر لیا، اس لیے داعش کی جدوجہد میں سنّی رجحان غالب ہو گیا۔ اس بنا پر داعش کو امریکہ اور اس کے حواریوں کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف جدوجہد کرنے والی سنی جہادی تنظیم قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تاہم اس تعارف میں بہت سی تفصیلات اور تحفظات آگے صفحہ نمبر ۲5 پر ملاحظہ کیے جائیں)

۲) اس کا دوسرا اہم حصّہ صدام حسین کی حکومت کی تجربہ کار فوجی قیادت اور انتظامی صلاحیت رکھنے والے افسران پر مشتمل ہے جو ظاہر ہے کہ امریکہ اور اس کی کٹھ پتلی نوری المالکی کی حکومت کے خاتمے کے لیے سرگرم ہے۔ سابقہ عراقی حکومت کی یہ اسٹیبلشمنٹ ظاہر ہے کہ بعث پارٹی کے عرب قوم پرستانہ خیالات سے متاثر ہے۔ داعش نے بعض شہروں پر اپنا قبضہ راتوں رات قائم کیا ہے، اور ابھی تک اس کے اختیار میں آنے والا کوئی بھی شہر دیگر فورسز واپس نہیں لے سکیں۔ فوجی حکمتِ عملی اور شہری انتظام کی یہ صلاحیت داعش کے اسی عنصر کے تجربے کی مرہونِ منت ہے۔

۳) برطانیہ، فرانس، جرمنی سے آنے والے غیور نوجوان اور کوہ قاف، افغانستان اور یمن سے آنے والے مجاہدین بھی اس کی قوت ہیں۔ یہ تنظیم عالمی قوتوں کے خلاف ٹھوس مزاحمت کی خواہش رکھنے والوں میں کافی مقبول ہے۔ مغربی ممالک سے آنے والے یورپی نژاد مسلمانوں کی بنا پر برطانیہ، فرانس حکومتوں میں بڑی بے چینی پائی جاتی ہے اور یورپی حکومتیں اپنے اپنے زیر اثر مسلم قائدین سے اس کے خلاف بیان بازی کرا چکی ہیں۔

۴) عراق میں قائم امریکی کٹھ پتلی مالکی حکومت کئی برسوں سے امن وامان اور شہری سہولیات بحال نہ کر سکی ہے، بدامنی اور ظلم وزیادتی کا عراق میں دور دورہ ہے۔ اس بنا پر عراق کے مظلوم اور مفلوک الحال شہری بھی اس تنظیم کی قوت ہیں اور یہ ان پر ہونیوالی زیادتیوں کا ردّ عمل ہے، بالخصوص مقامی قبائل اور جنگجوؤں کی حمایت اسے حاصل ہے۔ عراقی صوبے 'الانبار' کے طاقتور قبیلے 'الدلیام' کے سربراہ شیخ علی حاتم سلیمان کے داعش کے ساتھ عملی جدوجہد کے بیانات اور ویڈیوز عالمی میڈیا پر آچکے ہیں۔ برطانوی اخبار 'ڈیلی ٹیلی گراف' کو انٹرویو دیتے ہوئے 'اسلامک آرمی آف عراق' کے رہنما شیخ احمد الدباش کا کہنا تھا کہ

"عراق کے تمام سنّی گروپ اب وزیرِ اعظم نوری المالکی کے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

'اس میں عراقی فوج کا کچھ حصہ بھی شامل ہے، صدام حسین کے دور کے بعث پارٹی کے ارکان بھی اور کئی جہادی بھی۔ الغرض ہر وہ شخص باہر آگیا ہے جس کو (نوری المالکی نے) دبایا ہوا تھا۔ داعش کی جدوجہد دراصل شمال مغربی عراق کی غریب آبادیوں کی محرومیوں اور عراقی حکومت کی بدعنوانی اور بُری پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔'[1]

ماضی میں یہ تنظیم امریکی وبرطانوی اَفواج کے خلاف سرگرم رہی ہے، اسی طرح عراق کی مسلح افواج، عراقی پولیس، شامی مسلّح افواج، مختلف شیعہ ملیشیا، ایرانی پاسداران انقلاب، لبنان کی شیعہ تنظیم 'حزب اللہ' سے اس کی کافی جھڑپیں ہوتی رہی ہیں۔ داعش نے ۲۰۱۳ء میں بیروت میں ایرانی سفارتخانے کو بم دھماکے سے تباہ کر دیا تھا۔ (اس کی بعض پیچیدہ کاروائیوں کی تفصیل آگے صفحہ نمبر ۲۶ پر ملاحظہ کریں)

داعش نے یکم رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۹/ جون ۲۰۱۴ء کو خلافتِ اسلامیہ کا اعلان کرتے ہوئے، اپنا نام 'دولتِ اسلامیہ' یا 'دولتِ خلافت اسلامیہ' تک محدود کرلیا ہے، اور اس سے عراق وشام کے لفظ کو خارج کرکے، دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کو پہنچنے کا دعویٰ کیا ہے۔ شام کے ضلع حلب سے عراقی ضلع دیالی تک اس کی حدود پھیلی ہوئی ہیں۔ عراق وشام کا ایک تہائی علاقہ اس کے کنٹرول میں ہے۔ ۶ جولائی کو 'دولتِ خلافتِ اسلامیہ' نے اپنا پاسپورٹ اور کرنسی وغیرہ شائع کرکے، اپنے زیر قبضہ علاقوں میں اس کا اجرا کردیا۔ ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ کو موصل میں امیر نور الدین زنگی کے والد کی قائم کردہ مشہور مسجد جامع نوری الکبیر میں خطبہ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے دولتِ اسلامی کے نامزد خلیفہ ابو بکر ابراہیم بن عواد قریشی بغدادی نے کہا:

"لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے، اور اس کے مطابق فیصلے کرنے اور حدود کو قائم کئے بغیر قائم نہیں ہو سکتا اور وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا جس کے لئے اُس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور یہ سب کچھ کرنے کے لیے طاقت اور حکومت ضروری ہیں۔ پس دین کو قائم کرنے والا اُصول ہے کہ "کتاب (قرآنِ کریم) رہنمائی کرتی

1 http://www.bbc.co.uk/urdu/world/2014/06/140623_what_constitutes_isis_sq.shtml

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

اور تلوار مدد فراہم کرتی ہے۔''

تمہارے مجاہدین بھائیوں پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرماتے ہوئے اُنہیں فتح ونصرت سے نوازا اور اُنہیں اقتدار عطا کیا ہے۔ بعد اس کے کہ اُنہوں نے کئی برس صبر و جہاد کیا اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جنگیں کرتے رہے۔

بے شک مجھے اس عظیم معاملہ میں ایک بہت ہی بڑی آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے، ایک بہت بھاری امانت میرے سپرد کی گئی ہے کہ مجھے تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے۔ میں تم سے بہتر اور تم سے افضل نہیں ہوں۔ پس اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری مدد کرو۔ اور اگر تم مجھے باطل پر دیکھو تو مجھے نصیحت کرو اور مجھے سیدھا کرو۔ میری اطاعت کرو جب تک میں تمہارے معاملے میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں۔ پس اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں۔''

پھر 'ملتِ اسلامیہ کے نام رمضان کا پیغام' نامی تقریر میں ابو بکر بغدادی کہتے ہیں:

''اے اُمتِ اسلام! یقیناً آج دنیا دو کیمپوں اور دو خندقوں میں بٹ گئی ہے، اب تیسرا کوئی کیمپ موجود نہیں۔ ایک کیمپ اسلام اور ایمان کا ہے اور دوسرا کفر اور منافقت کا کیمپ۔ ایک دنیا بھر کے مسلمانوں اور مجاہدوں کا کیمپ ہے اور دوسرا کیمپ یہودیوں، صلیبیوں، ان کے اتحادیوں اور باقی کافر قوموں، ملتوں کا کیمپ ہے، جن کی قیادت امریکہ اور روس کر رہے ہیں جبکہ یہود اُن کو چلا رہے ہیں۔ یقیناً خلافت کے سقوط اور مسلمانوں کے غلبہ کے ختم ہو جانے کے بعد مسلمان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے تھے تو تب یہ کافر اس قابل ہوئے کہ مسلمانوں کو ذلیل کر کے کمزور کریں، ہر جگہ پر ان پر حاوی ہو جائیں، اُن کی دولت و وسائل کو لوٹیں اور ان کے حقوق پر ڈاکا ڈال سکیں۔ یہ سب کچھ کافروں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر کے، ان کے ملکوں پر قبضہ کر کے وہاں دنیا پرست حکمرانوں کو مقرر کر کے کیا جو مسلمانوں پر آگ اور لوہے کے ساتھ حکمرانی کرتے، اور جو چمکتے ہوئے پر فریب نعروں کو بلند کرتے ہیں جیسے: تہذیب، امن، بقائے باہمی، آزادی، جمہوریت، سیکولرازم، بعث ازم، قومیت اور وطنیت جیسے دوسرے جعلی نعرے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دورِ حاضر میں 'دہشت گردی' کا مطلب یہ بنا دیا گیا ہے کہ ان (پر فریب) نعروں کا انکار کرکے ایک اللہ پر ایمان رکھنا۔ دہشت گردی یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کی حکمرانی قائم کرنا۔ دہشت گردی یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرنا جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے۔ دہشت گردی یہ ہے کہ تم (کافروں کے نظاموں کے سامنے) ذلت کے ساتھ جھکنے، غلامی اور تابعداری سے انکار کردو۔ دہشت گردی یہ ہے کہ مسلمان آزاد، باعزت اور وقار کے ساتھ ایک مسلمان کی طرح زندگی بسر کرے۔ دہشت گردی یہ ہے کہ تم اپنے حقوق کا مطالبہ کرو اور اس سے دستبردار ہونا قبول نہ کرو۔

لیکن برما میں مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کے گھروں کو نذرِ آتش کرنا دہشت گردی نہیں ہے۔ فلپائن، انڈونیشیا اور کشمیر میں مسلمانوں کے جسموں کے ٹکڑے کرکے آنتیں نکالنا اور ان کے پیٹ چاک کرنا دہشت گردی نہیں ہے۔ قفقاز میں مسلمانوں کو مارنا اور بے گھر کرنا دہشت گردی نہیں ہے۔ بوسنیا اور ہرزیگوینا میں مسلمانوں کی اجتماعی قبریں بنانا اور ان کے بچوں کو عیسائی بنانا دہشت گردی نہیں۔ فلسطین میں مسلمانوں کے گھروں کو منہدم کرنا، ان کی زمینوں کو سلب کرنا، ان کی عزتوں کو لوٹنا اور ان کی حرمات کو پامال کرنا دہشت گردی نہیں۔ مصر میں مساجد کو جلانا، مسلمانوں کے گھروں کو منہدم کرنا، پاکباز خواتین کی عزتیں لوٹنا اور سینا و دیگر علاقوں میں مجاہدین کا قلع قمع کرنا دہشت گردی نہیں۔ مشرقی ترکستان اور ایران میں مسلمانوں پر بدترین تشدد کرنا، اُنہیں (زمین میں) دھنسانا، اُنہیں ذلیل ورسوا کرکے انہیں ان کے بنیادی حقوق سے محروم کرنا دہشت گردی نہیں ہے۔ ہر جگہ پر جیلوں کو مسلمانوں سے بھرنا دہشت گردی نہیں ہے۔ فرانس اور تیونس وغیرہ میں پاکبازی کے خلاف جنگ برپا کرنا اور حجاب سے روکنا، فحاشی، بدکاری اور زنا کو پھیلانا دہشت گردی نہیں ہے۔ ربّ العزت کو برا بھلا کہنا، دین کو گالی دینا اور ہمارے نبی ﷺ کا مذاق اُڑانا دہشت گردی نہیں ہے۔ وسطی افریقہ میں مسلمانوں کو ذبح کرنا اور بھیڑ بکریوں کی طرح اُن کے گلے کاٹنا دہشت گردی نہیں ہے۔ ان سارے (مظالم) پر نہ کوئی رونے والا اور نہ ہی کوئی مذمت کرنے والا ہے۔ یہ سب کچھ دہشت گردی نہیں ہے بلکہ یہ تو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

آزادی، جمہوریت، امن اور بقائے باہم ہے !!سو ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے، اور وہ ہی تمام اُمور کا بہترین کارساز ہے۔

اے دنیا بھر کے مسلمانو! آج اللہ کے فضل سے تمہاری ایک مملکت اور خلافت ہے جو کہ تمہاری عزت و کرامت کو، تمہارے حقوق اور تمہاری سیادت کو واپس دلائے گی۔ یہ ایک ایسی 'ریاست' ہے جہاں عرب و عجم، سفید فام اور سیاہ فام، مشرقی اور مغربی سب بھائی بھائی ہیں۔ یہ ایک ایسی خلافت ہے جس نے قوقازی، ہندوستانی، چینی، شامی، عراقی، یمنی، مصری، مراکشی، امریکی، فرانسیسی، جرمنی اور آسٹریلوی سب (مسلمانوں) کو یکجا کر دیا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں کو ملا دیا ہے۔ وہ سب اللہ کی نعمت سے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بھائی بھائی بن گئے ہیں اور ایک خندق میں کھڑے ہیں، جہاں وہ ایک دوسرے کا دفاع کرتے ہوئے ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ ان کا خون ایک جھنڈے اور ایک مقصد تلے، ایک کیمپ میں مل کر ایک ہو رہا ہے۔ وہ ایمانی اخوت کی نعمت سے لطف اندوز ہو کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر بادشاہ لوگ اس نعمت کا ذائقہ چکھ لیں تو اپنی بادشاہی ترک کر کے اس (نعمت کو پانے کے لیے اس) پر لڑنا شروع کر دیں۔ پس تمام بڑائی اور شکر اللہ کے لیے ہیں۔ تو پھر اے مسلمانو! اپنی مملکت کی طرف جلدی بڑھو۔ ہاں یہ تمہاری مملکت ہے، اس کی طرف لپکو کیونکہ شام شامیوں کے لیے نہیں اور عراق عراقیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کی زمین ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور نتیجہ تو پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

یہ ریاست مسلمانوں کی ریاست ہے اور یہ زمین مسلمانوں کی سرزمین ہے، سارے مسلمانوں کی ہے۔ سو دنیا بھر کے مسلمانو! پس جو کوئی بھی دولتِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کرنے کی استطاعت رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ہجرت کرے کیونکہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ کا حکم ہے۔ سوائے مسلمانو! اپنے دین کے ساتھ ہجرت کرتے ہوئے اللہ کی طرف دوڑتے ہوئے

magazine.mohaddis.com

جلدی کرو۔

ہم خصوصی طور پر طلباے علم، فقہا اور داعیان، جن میں سرفہرست قاضیوں؛ فوجی، انتظامی، اور (شہری) خدمات میں اعلیٰ صلاحیت رکھنے والوں؛ مختلف شعبوں میں اور کسی بھی قسم کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں اور انجینئروں کو بلاتے ہیں اور اُنہیں یاد دلاتے ہیں کہ اللہ سے ڈریں۔ پس ان پر (اس وقت) ہجرت کرنا واجب ہو چکی ہے، اس وجہ سے کہ مسلمانوں کو ان کی شدید ضرورت ہے۔''

امارت کے مرکزی ترجمان شیخ ابو محمد عدنانی نے ''یہ اللہ کا وعدہ ہے'' نامی پیغام میں کہا:

''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اقتدار دینے، زمین میں استحکام بخشنے اور امن فراہم کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے، لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ ﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ النور:۵۵ ''وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی بھی چیز کا شرک نہیں کریں گے۔ اس شرط کو پورا کیے بغیر حکمران محض بادشاہ کہلاتے اور ان کے اقتدار و حکمرانی کے ساتھ تباہی، فساد، ظلم، قہر، خوف پیدا ہوتا اور جانوروں کے رہن سہن کی طرح انسانی انحطاط واقع ہوتا ہے۔''

پھر جنگِ قادسیہ کے حوالے سے ملتِ اسلامیہ کے تمام مسائل کے خاتمے کا بعثت نبویؐ پر ایمان اور دین اسلام پر عمل کرنے کے ساتھ اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ۲۵ سالوں میں مسلمانوں نے دو سپر طاقتوں کو شکست سے دوچار کیا ہے۔

''مسلمانو! اپنی عزت اور اپنی نصرت کی طرف بڑھو۔ اللہ کی قسم! اگر تم جمہوریت، سیکولرازم، قومیت پرستی اور مغرب و امریکہ کے دیگر گھٹیا نظریات کے ساتھ کفر کرو اور اپنے دین و عقیدہ کی طرف لوٹ جاؤ تو تم زمین کے مالک بن جاؤ گے اور مشرق و مغرب تمہارا ماتحت ہو گا۔ یہ اللہ کا تم سے وعدہ ہے!

تباہی ہو، ایسے حکام کے لیے اور تباہی اس اُمت کے لیے، جسے یہ جمع کرنا چاہتے ہیں، جو سیکولروں، جمہوریت پسندوں اور وطن پرستوں کی اُمت ہے۔ جو مرجئہ، اخوان اور سروریوں کی اُمت ہے۔

پھر اس خلافت پر بعض اعتراضات کا تذکرہ کر کے ان کے جواب دیتے ہیں کہ لوگ

مجلس التحقيق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ضرور کہیں گے کہ اس امارت کو اُمتِ اسلامیہ، اتحادی کونسلوں، افواج، جماعتوں، تنظیموں اور تحریکوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اور یہ بھی کہ یہ خارجیوں کی ریاست ہے۔ ایسے الزامات کے غلط اور جھوٹے ہونے کی دلیل وہ شہر ہیں جو دولت کے ماتحت آ چکے ہیں۔ اور یہ بھی شبہ کہ یہ ایک چنگاری ہے جو کبھی بجھ سکتی ہے اور کافر اَقوام اسے باقی رہنے نہیں دیں گی۔"[1]

دولتِ اسلامی کا اپنے زیر قبضہ شہروں میں کیا رویہ ہے، بالخصوص شام کے صوبہ رَقہ میں جہاں دولت کا اقتدار ۱۴ ماہ (مئی ۲۰۱۳ء) سے موجود ہے کہ

① وہاں خواتین کو شرعی حجاب کی پابندی اور مردوں کو ڈاڑھی رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور اس کی تلقین کے پوسٹرز، آیات سے مزین سڑکوں پر موجود ہیں۔

② بی بی سی کے مطابق داعش ایسا نظام چاہتی ہے جو محمد ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کا ہے اور قرآنِ کریم کے الفاظ کی پابندی کرنے کی داعی ہے۔

③ وہ عراقی یا شامی شہریت کو ترجیح دینے کے بجائے تجربہ کار اور پختہ فکر مسلمانوں کو نظام حکومت میں ترجیح دیتی ہے۔

④ اپنی باضابطہ فوج میں شامل ہونے سے پہلے باقاعدہ دو ہفتے کی دینی تعلیم اور ایک ہفتے کی عسکری ٹریننگ دیتی ہے۔

⑤ بعض ذرائع کے مطابق، دولت کے زیر نظم شہروں میں غیر مسلموں کو امتیازی لباس وشناخت دے کر، اُن کے شہری حقوق کی پاسداری کی جاتی ہے۔

⑥ ہر شہر میں غلبہ ہونے کے ساتھ ہی امن وامان کی صورتحال پر فوری توجہ دی جاتی اور شرعی عدالتیں قائم کردی جاتی ہیں۔

⑦ جہاں تک سماجی انصاف اور نظم ونسق کی بات ہے تو دولت اسلامی نے اپنے شہروں میں صفائی اور راستوں کی حفاظت کے علاوہ فوری انصاف کا مضبوط نظام بھی قائم کیا ہے۔

دولت نے حال ہی میں رَقہ میں اپنی عسکری طاقت اور فوجی پریڈ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور ہر

---

۱ مذکورہ بالا تینوں بیانات کے اہم اقتباسات، داعش کے باضابطہ ترجمان عربی مجلہ 'دابق' کے پہلے شمارے بابت رمضان ۱۴۳۵ھ میں صفحہ ۶ تا ۱۱ شائع ہوچکے ہیں، جبکہ راقم نے اُنہیں اصل عربی تقاریر سے اَخذ کیا ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کارکن کو ۵۰۰ ڈالر ماہانہ پر بھرتی کر کے، اپنے شہروں میں ہر ہر چیز کی قیمت نصف کر دی ہے۔ اس کے لیے اس کے پاس عراق وشام کے تیل کے اہم کنوؤں پر قبضہ کر لینا اہم کامیابی ہے۔ شام کا تیل سے مالا مال علاقہ 'دیر الزور' اور عراق کی سب سے بڑی آئل ریفائنری اُن کے قبضے میں ہیں جہاں سے وہ شام اور دیگر حکومتوں کو تیل فروخت کر رہے ہیں۔ اسی طرح عراق کا سب سے بڑا پانی کا ڈیم: موصل ڈیم، فلوجہ ڈیم اور شام کا 'طبقہ ڈیم' جو اسد جھیل پر ہے، بھی ان کے کنٹرول میں ہیں۔ اس لحاظ سے تیل اور پانی، دونوں بڑے وسائل، وافر تعداد میں اُنہیں حاصل ہیں اور وہ کسی بھی وقت پورے عراق کو ابتری سے دوچار کر سکتے ہیں۔

داعش نے بڑی منصوبہ بندی سے تیل اور پانی کے مراکز کے علاوہ، زرعی دولت سے مالا مال سرزمین کو ہدف بنایا ہے، جہاں زیادہ تر اہل السنّہ عقائد کے حامل مسلمان آباد ہیں۔ اسے دنیا کی سب سے مال دار اور اسلحہ کی طاقت رکھنے والے تنظیم سمجھا جاتا ہے۔ قابل ذِکر امر یہ ہے کہ ۲۲ر اپریل کو یورپی ممالک کے وزرائے خارجہ اتحاد کے اجلاس میں ۲۷ر ارکان نے یہ طے کیا تھا کہ شام میں مزاحمتی تحریک سے تیل کی خرید کا آزادانہ سلسلہ شروع کیا جائے، اس کے نتیجے میں داعش اور کرد تحریکات کے لیے تیل فروخت کرنے کے امکانات وسیع ہو گئے۔ اور یوں مالی وسائل فراہم کرنا ان کے لیے ممکن ہوا۔

داعش کے خلاف عالمی مزاحمت

عراقی حکومت اور افواجِ دولتِ اسلامی کے مقابلے میں بے بس نظر آرہی ہیں۔ ۴ جولائی کو امریکی چیئرمین جوائنٹ چیفس آف آرمی سٹاف جنرل مارٹن ڈیمپسی نے کہا کہ عراقی فوجیں، دولتِ اسلامی کا مختلف شہروں سے قبضہ واپس نہیں لے سکتیں۔ عراق نے اقوام متحدہ اور سپر طاقتوں کو اپنی جنگ میں جھونکنے کے لیے دولتِ اسلامی پر موصل کی یونیورسٹی سے ایٹمی مواد کے حصول کا الزام عائد کیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو لکھے گئے ایک خط میں 'مثنی کمپلیکس' نامی ایک فیکٹری کے بھی دولتِ اسلامی کے ہاتھ لگ جانے کی شکایت کی گئی ہے، جس میں صدام دور میں کیمیائی ہتھیار بنائے جانے کا الزام لگایا گیا تھا۔ امریکہ نے اس سلسلے میں ۳۰۰ فوجی اپنی کٹھ پتلی مالکی حکومت کی مدد کے لیے بھیجے ہیں، لیکن اس کا اصرار ہے کہ یہ فوجی انٹیلی جنس اور رہنمائی کے عمل تک محدود رہیں گے، میدانِ جنگ میں اُنہیں نہیں بھیجا جائے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گا۔امریکی ہیل فائر میزائل بھی عراقی فوج کو دیے گئے ہیں، ساتھ ہی امریکی طیارہ بردار جنگی جہاز جارج ایچ ڈبلیو بش دوماہ سے قریبی سمندر میں پہنچ چکا ہے۔

اقوام متحدہ نے بھی انسانی حقوق کی صورتحال کے نام پر روزانہ بنیادوں پر رپورٹ جاری کرنا شروع کی ہے، جس کی مدد سے دولت اسلامی کے خلاف یورپی ممالک کی ممکنہ ومشترکہ جارحیت کو بنیاد فراہم کی جائے گی۔ اس کا کہنا ہے کہ صرف ماہ جون میں ۲۴۱۷ شہری عراق میں 'تشدد اور انتہاپسندی' کی نذر ہوگئے ہیں جن میں سے ۱۵۳۱ عام شہری ہیں۔ اقوام متحدہ میں انسانی حقوق کی سربراہ نوی پیلے نے داعش کے عراقی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے پر کڑی تنقید کی ہے۔ شام میں جنگی جرائم کی تفتیش کرنے والے اقوام متحدہ کے چیف تفتیش کار پاؤلو پنہیرو کا کہنا ہے کہ "داعش کے جنگجوؤں کو مبینہ طور پر جنگی جرائم میں ملوث افراد کی فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے اور داعش کے جنگجو کے خلاف کیس کافی مضبوط ہے۔"

داعش کے خلاف ایرانی جدوجہد

دولتِ اسلامی کے اس جہاد ومزاحمت میں ایران کا چہرہ کھل کر سامنے آگیا ہے جو ہر جگہ وحدتِ اسلامی کا نعرہ لگاتا ہے، وہ عراقی حکومت کی مدد کے لیے نہ صرف اپنے جنگی طیارے Sukhoi Su-25 بھیج چکا ہے جسے ایرانی پائلٹ ہی اُڑاسکتے ہیں، کیونکہ عراقی فضائیہ کے پاس تمام جنگی طیارے تباہ ہوچکے ہیں۔ بلکہ جون کے پہلے خطبہ جمعہ کے بعد عراق کے سب سے سینئر شیعہ رہنما آیت اللہ العظمٰی علی سیستانی کی جانب سے سنّی شدت پسندوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے شہریوں سے ہتھیار اُٹھانے اور سکیورٹی فورسز کا ساتھ دینے کی باضابطہ اپیل کی جا چکی ہے۔ نامور عراقی شیعہ رہنما اور 'مہدی آرمی' کے بانی مقتدیٰ الصدر کی قیادت میں بغداد میں شیعہ عوام نے داعش کے خلاف مظاہرے کیے ہیں۔ ایران کی 'سپاہ پاسدارانِ انقلاب' پہلے ہی عراق میں موجود ہے جس کی خبر امریکی وال سٹریٹ جرنل اور سی این این مصدقہ ذرائع سے دے چکے ہیں، لیکن ایران اس کو تسلیم نہیں کرتا رہا۔ ایرانی پاسداران انقلاب کی 'القدس فورس'، ایرانی بریگیڈیر جنرل قاسم سلیمانی کی قیادت میں داعش کے خلاف مزاحمت میں سرگرمِ عمل ہے۔ بغداد میں پستولوں اور گولیوں کی قیمتیں تگنی ہوچکی ہیں اور کلاشنکوف تو شاید ہی مل پائے۔ یہ قیمتیں اس لیے نہیں چڑھیں کہ لوگ خود کو داعش کے ممکنہ حملے کے لیے مسلح کر

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

رہے ہیں بلکہ اس لیے چڑھی ہیں کہ شیعہ رضا کاروں میں ان کی مانگ زیادہ ہو گئی ہے۔شیعہ رضا کاروں کی ایک بڑی تعداد ہمسایہ ملک ایران سے بغداد پہنچی ہے۔بغداد کے نواح میں سنی آبادیاں موجود ہیں اور بغداد کے اندر بھی امیریہ اور خدرا کے سنّی اکثریتی علاقے ہیں، لیکن مجموعی طور پر بغداد میں شیعہ کی اکثریت ہے۔بی بی سی کے مطابق

> ''اگر آپ وائٹ ہاؤس اور برطانوی دفتر خارجہ کے بیانات کو سنیں تو آپ ضرور سوچیں کہ وہ موجودہ بحران میں ایران کو ایک چھوٹا سا کردار ادا کرنے کی منصفانہ اجازت دے رہے ہیں... لڑائی میں شیعہ رضاکاروں کی جوابی شرکت نے یہ خطرہ پیدا کر دیا ہے کہ یہی سنّی یہ سوچنے لگیں کہ شیعہ عام سنّیوں سے انتقام لیں گے۔اسی کے نتیجے میں وہ یہ بھی محسوس کرنے لگیں کہ داعش ہی وہ واحد گروہ ہے جو اُن کی حفاظت کر سکتا ہے۔''[1]

بی بی سی کا بغداد ایڈیٹر جان سمپسن لکھتا ہے:

> ''[بغداد کے نواحی علاقہ]بعقوبہ کی لڑائی میں معاملہ تبدیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔وہ فوجی جو داعش کو شہر کے مرکز سے باہر دھکیل رہے ہیں جزوی طور پر ان شیعہ رضاکاروں پر مشتمل ہیں جو اس جنگ میں سنّی دشمنوں سے لڑنے کے لیے آئے ہیں۔''

روسی فضائیہ بھی عراقی حکومت کی پشت پر ہے کیونکہ قفقاز میں جاری جہادی تحریک اور داعش میں نظریاتی قرب و تعلق پایا جاتا ہے، دونوں کا دشمن مشترکہ ہے یعنی جہاد کی عالمی تحریک۔ گویا دولتِ اسلامیہ کو حالیہ طور پر امریکہ، عراق، ایران اور روس کی مشترکہ فوجی قوت کا سامنا ہے۔عراقی افواج میں، ایران سے آنے والے دستے اور جنگی سازوسامان براہِ راست شریک ہیں۔نیز امریکہ عراقی کٹھ پتلی حکومت کے تحفظ کے مسئلہ پر ایران سے براہِ راست بات چیت اور مشاورت کر رہا ہے۔ان تفصیلات سے علم ہوتا ہے کہ عالم اسلام سے امریکہ کے مقابلے اور ٹکر لینے کی حمایت حاصل کرنے اور وحدتِ اسلامی کے فلک بوس نعرے لگانے والا ایران کا چہرہ، داعش کے معاملے میں کھل کر سامنے آگیا ہے، اور یہاں وہ مغرب کے متحرک آلہ کار کا کردار ادا کر رہا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں امریکہ و برطانیہ کی اہل اسلام کو کچلنے کی مہم میں سفارتی پشت پناہی اور عالمی تائید ایران کو حاصل ہے اور یہاں ایرانی حکومت اور شیعہ

1 http://www.bbc.co.uk/urdu/world/2014/06/140618_iraq_fiting_sen.shtml

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

رضاکار عملاً مغربی اقوام کے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔

یہ امریکہ ہی تھا جس نے عراق میں صدام حسین کی حکومت کو جھوٹے الزامات لگا کر تباہ کیا اور اس کی جگہ متعصّب شیعہ نوری المالکی کو وزیر اعظم بنا کر عراق کو فرقہ واریت کی جنگ میں جھونک دیا، اب اس فرقہ واریت اور تشدد جس کو ماضی میں خود ہوا دی، کی مذمت کرتے ہوئے امن وسلامتی کے قیام کے نام پر اپنی کٹھ پتلی حکومت کی مدد کو دوبارہ پلٹ آیا ہے۔

یہاں ایک چیز خصوصیت سے توجہ طلب ہے کہ عراق میں امریکی جارحیت کے خلاف مزاحمت سنّی جدوجہد کا فرقہ وارانہ رنگ لیے ہوئے کیوں ہے؟ اسی سوال کو یوں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ داعش کے اس جہاد کو سنّی جہاد کیوں قرار نہ دیا جائے جو وہ شیعہ کے خلاف کر رہے ہیں اور شیعہ کو ہی کیوں فرقہ واریت کا داعی اور استعمار کا حاشیہ نشین قرار دیا جاتا ہے؟

دراصل دنیا بھر کے شیعہ حکام، اگر اپنے عوام پر غصب اور جبر و تشدد کریں، یا عالمی طاقتوں کے کٹھ پتلی بن کر حکومتوں پر قابض ہو جائیں تو ایرانی حکومت، اس شیعہ تسلط کی مذمت کے بجائے، اس کی حمایت پر کمربستہ ہو جاتی ہے۔ شام میں گذشتہ تین برسوں میں یہی سانحہ رونما ہو رہا ہے کہ بشار الاسد اور اور اس کے باپ کی حکومتیں، مصر کے حکمرانوں حسنی مبارک اور صدر قذافی کی طرح غاصب و جابر حکومتیں تھیں جنہوں نے اپنے عوام پر بدترین تشدد روا رکھا ہوا تھا۔ جب مصر میں عوام ایسے حکمرانوں کے سامنے کھڑے ہوئے تو اُن کا سنّی ہونا تو ان حکمرانوں کے کوئی کام نہ آسکا، جبکہ شام میں بشار الاسد کی غاصب حکومت کے تحفظ کے لیے ایران، لبنان اور عراق کے سب شیعہ ایرانی قیادت میں متحد ہوگئے۔ ایسے ہی افغانستان میں کرزئی کی کٹھ پتلی حکومت کے خلاف جب مزاحمت کی جاتی ہے تو اس کا سنّی ہونا اس کو چنداں فائدہ نہیں دیتا، بلکہ اس کو امریکہ کا حاشیہ بردار سمجھ کر قابل مذمت گردانا جاتا ہے۔ دوسری طرف جب عراق میں امریکہ نوری المالکی کو زمامِ اقتدار سونپتا ہے تو ایسے میں اس کٹھ پتلی وزیر اعظم کی تائید کے لیے ایران میدان میں کود جاتا ہے۔ گویا شیعہ حکمران چاہے غاصب ہوں یا امریکہ کے حاشیہ بردار، ہر صورت میں شیعہ اقتدار کی حمایت کرنا اور اس کو توسیع دینا ایران کا مطمع نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی صورت میں یہ جنگ ظلم وجبر یا امریکی غصب وبربریت کے خاتمے کی بجائے، شیعیت اور سنیت کی جنگ بن جاتی ہے اور اس حقیقت کو عالمی سامراج بخوبی سمجھتا ہے اور یوں اہل اسلام کو باہم لڑا کر، اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ سنی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مزاحمت کا رنگ اس لیے بھی مزید واضح ہو جاتا ہے کہ جب سب شیعہ اپنے تعصّب میں ایک طرف مجتمع ہو جاتے ہیں، جیسے کہ عراق میں نوری المالکی شیعہ تعصب کا مرکز اور نمائندہ ہے تو ایسے حالات میں مزاحمت کرنے والے عناصر میں صرف سنّی ہی باقی رہ جاتے ہیں یا ان کے ساتھ بعض سیکولر آزادی پسند لوگ مثلاً صدام حکومت کی باقیات اور اسٹیبلشمنٹ بھی کھڑی ہو جاتی ہے، یا مظلوم عوام بھی ساتھ آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عراق میں امریکی تسلط کے خاتمے کی جدوجہد، دیگر خطوں کے بالمقابل شیعہ سنّی مخاصمت کا رنگ لیے ہوئے ہے، جبکہ اس میں داعش کے ساتھ دیگر عناصر بھی موجود ہیں جو امریکی کٹھ پتلی نظام جبر کے مخالف ہیں۔

مغرب کی ایران نوازی

ایک اور پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے قیام کے بعد ماضی قریب میں ایران میں شیعہ انقلاب آیا، افغانستان میں حنفی رجحانات کے حامل طالبان نے 'امارتِ اسلامیہ' قائم کی اور مصر میں اخوان المسلمون اور فلسطین والجزائر میں اخوان کی ہم خیال جماعتوں کی حکومتیں جمہوریت کے ذریعے برسر اقتدار آئیں۔ ان میں سے ہر حکومت کا بوریا بستر لپیٹ دیا گیا اور اس کے خلاف عالمی طاقتیں یکسو ہو گئیں، جبکہ ایرانی انقلاب کو راہ دی گئی اور وہ آج تک اُمتِ اسلامیہ میں اپنے بد اثرات پھیلا رہا ہے۔ شیعیت کو ایسی کیا خصوصیت حاصل ہے کہ اسلام کے دعوے کے باوجود، عالمی کفریہ طاقتیں اس کو گوارا کرتی ہیں؟ آج عالمی طاقتوں کی یہی سیاسی تدبیر، مشرقِ وسطیٰ کے مسلمانوں میں شیعیت اور سنیت کی کشمکش کی ایک خطرناک تصویر اُبھار رہی ہے۔ ایرانی انقلاب نے روزِ اوّل سے حرمین پر قبضہ کی مذموم کوشش، طویل ایران عراق جنگ، پاکستان میں شیعہ سنّی فسادات جس کے دفاع میں سپاہ صحابہؓ بنی، افغانستان میں طالبان حکومت کے ۲۰۰۱ء میں خاتمے کی امریکی کوشش میں ایرانی وحدتِ اسلامی کا شمالی اتحاد کا ساتھ دینا، عراق میں نوری المالکی کے تسلط کے ذریعے سنّیوں کو کچلنا اور شام میں سنّیوں کی نسل کشی، اور اسی سال افغانستان کو تباہ کرنے والی امریکی افواج اور نیٹو کو واپسی کا محفوظ راستہ دینا وغیرہ کے بدنتائج دیے ہیں۔ دراصل شیعہ انتقامی سیاست کے علم بردار ہیں، اور وہ اہل السنّہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کو خلافت نہ دینے کا مجرم خیال کرتے ہیں۔ اس انتقامی نظریہ کی بنا پر، ان کی جدوجہد کا محور عالم کفر کی بجائے عالم اسلام بنتا ہے کیونکہ وہ انہی کو غاصب سمجھتے

magazine.mohaddis.com

ہیں۔ یہ انتقامی نظریہ ہی ہے جس نے سقوطِ بغداد اور برصغیر میں سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو کی حکومت گرانے میں شیعہ کو سازشی کردار اور عالمی استعمار کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔

[1] داعش کی خبروں کے ساتھ ہی ایران میں انہی دنوں ایک نیا قانون منظور ہوا ہے کہ ''ایران میں کوئی تنظیم اس وقت تک رجسٹر نہیں کی جائے گی، جب تک وہ ایران کے روحانی پیشوا، آیت اللہ خامنہ ای کے افکار کی غیر مشروط اتباع کا دم نہ بھرے۔'' ۲۰ سال سے ایران کے روحانی پیشوا آیت اللہ خامنہ ای کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ''وہ امام مہدی کے نائب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو جوابدہ نہیں۔'' 'اسلامی جمہوریہ ایران' کے ان اقدامات کا مطلب بدترین فکری جبر کے سوا اور کیا ہے؟ یہ فکری جبر نہ تو اس کے دعوائے جمہوریت کے مطابق ہے اور نہ ہی 'اسلامی' کے سابقہ کے مصداق ہے، جس میں مخصوص شیعی فکر کے علاوہ کوئی اور نظریہ اختیار کرنا اور پھیلانا قانوناً ممنوع ہے۔ ایسی ہی ایک اور چبھتی ہوئی خبر یہ بھی ہے کہ

> ''۸ر شوال ۱۴۳۵ھ بمطابق ۵ر اگست ۲۰۱۴ء کو دنیا بھر میں شیعہ برادری نے 'یوم انہدامِ جنت البقیع' منایا۔ یورپی ممالک اور واشنگٹن میں سعودی سفارتخانے کے سامنے شیعہ مظاہرین نے احتجاج کیا۔ کراچی میں شیعہ رہنما مختار امامی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج فلسطین میں بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام اس لئے جاری ہے کہ ہم نے ماضی میں سعودی حکمرانوں کے مظالم پر مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ پاکستان میں تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد سید حامد علی شاہ موسوی نے کہا کہ ۱۹۲۶ء میں اس دن خاتم الانبیا کی ازواج اور اصحابِ اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے روضے مسمار کر دیے گئے جس پر شیعہ مسلمان دنیا بھر میں احتجاج کرتے اور نوحہ کناں ہیں۔ اسلام آباد میں احتجاجی ماتمی جلوس امام بارگاہ دربار سخی محمود بادشاہ سے برآمد ہوا، لاہور میں پریس کلب کے باہر احتجاجی ریلی ہوئی۔ پاکستان، بھارت اور دنیا کے مختلف شہروں میں اس موقع پر ماتمی جلوس اور مجالس عزا کا انعقاد کیا گیا۔ اُنہوں نے مسلم حکمرانوں اور عوام سے شکوہ کیا کہ وہ سعودی حکومت سے خائف کیوں ہیں، احتجاج کیوں نہیں کرتے؟ یہ روح فرسا واقعہ ایک گھناؤنی سازش ہے جس کے خلاف شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے''[1]

---

[1] روزنامہ جنگ ونوائے وقت: ۵ر اگست ۲۰۱۴ء

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

[1] ایک طرف ایران اور اس کے زیر قیادت شیعہ قوم کا یہ رویہ ہے تو دوسری طرف یہ ایرانی وحدتِ اسلامی کا ٹائٹل بھی تھامے ہوئے ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ کا اصل المیہ اسرائیل ہے، لیکن اس کی طرف کوئی توجہ کرنے کے بجائے صرف زبانی بیان بازی پر اکتفا کیا جاتا ہے حتی کہ 'القدس فورس' سنیوں کے خلاف کاروائی کے لیے عراق میں بھیجی جاتی ہے۔ اسرائیل کے خلاف ایران کا یہ زبانی جمع خرچ، اس کے 'وحدتِ اسلامی' یا امریکہ کے 'انسانی حقوق' کے کھوکھلے نعرے کی طرح، کوئی زمینی وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ عملاً پورے عالم اسلام میں ایران میں سب سے زیادہ یہودیوں سے ہمدردی پائی جاتی ہے اور کسی بھی مسلم ملک سے زیادہ یہودی ایران میں بستے ہیں۔ بی بی سی کی خبر ملاحظہ کریں:

> "اینٹی ڈیفی میشن لیگ (اے ڈی ایل) یا 'ہتکِ عزت مخالف لیگ' نامی تنظیم کے اس جائزے کے مطابق صرف ۵۶ فیصد ایرانی یہودیوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں جب کہ ترکی میں اس رائے کا تناسب ۶۹ فیصد اور فلسطینی علاقوں میں ۹۳ فیصد ہے۔
>
> ایرانی سرکاری ٹیلی ویژن اور ذرائع ابلاغ کے دوسرے روایت پسند ادارے 'مرگِ انبوہ' یا 'ہولوکاسٹ' کو گھٹا کر ہی پیش کرتے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران نازیوں کے ہاتھوں ۶۰ لاکھ یہودیوں کو ہلاک کیا گیا، اسی بنا پر اسے ہولوکاسٹ یا مرگِ انبوہ کہا جاتا ہے۔ ۶ مئی ۲۰۱۴ء کو ایران میں سخت گیر موقف رکھنے والے ارکانِ پارلیمنٹ نے ایرانی وزیرِ خارجہ جاوید ظریف کو اس بنا پر کڑی تنقید کا نشانہ بنایا کہ انھوں نے جرمنی کے ایک ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے مرگِ انبوہ کو ایک 'سانحہ' قرار دیا تھا۔"[1]

داعش اور عالم اسلام

'دولتِ خلافت اسلامیہ' کی مخالفت کرنے والوں میں اخوان کے بزرگ رہنما علامہ یوسف قرضاوی، اخوان المسلمون اور اس کی حامی جماعتیں وغیرہ شامل ہیں۔ عراق، اُردن، مراکش کے علاوہ یورپی ممالک کی علما کو نسلیں بھی اس کی مذمت میں پیش پیش ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ

1 عنوان خبر 'یہودیوں کی مخالفت میں ایرانی سب سے پیچھے'، بی بی سی، ۱۷ مئی ۲۰۱۴ء

magazine.mohaddis.com

یہ اعلان قبل از وقت ہے اور بعض اسے مقامی سنّی قبائل کی جدوجہد کمزور کرنے کے مترادف قرار دے رہے ہیں۔ دوسری طرف افغانستان، پاکستان کے طالبان اور نائیجریا کی جہادی تنظیم بوکو حرام وغیرہ دولتِ اسلامی کی تائید کر رہی ہیں۔

۷مارچ کو جب سعودی حکومت نے اخوان المسلمون کو باضابطہ دہشت گرد تنظیم قرار دیا تھا تو اس کے ساتھ ہی داعش اور جبہۃ النصرۃ کو بھی دہشت گرد تنظیمیں ڈکلیئر کیا گیا تھا۔ جولائی کے وسط میں عراق ر سعودی بارڈر پر ۳۰ ہزار فوجیوں کو بھی تعینات کر دیا گیا۔

جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ داعش ، مختلف رجحانات والے عناصر کے مجموعے پر مشتمل ہے، جن میں عالمی جارحیت وقبضے کے خلاف عسکری جدوجہد کا مرکزی نظریہ کار فرما ہے۔ ایک طرف مغربی قوتیں، جاسوسی کے ذریعے ان مختلف الخیال قوتوں کے انتشار کا انتظار کر رہی ہیں اور دوسری طرف اپنے مہرے ڈھونڈ رہی ہیں تاکہ ان کو تقسیم کرکے، اپنی مرضی کے نتائج حاصل کیے جائیں۔ مسلم عرب حکومتوں کو بھی ڈرایا جارہا ہے کہ اگر خلیجی ریاستوں ، اُردن اور سعودی عرب نے مل کر داعش کا راستہ نہ روکا، تو مستقبل میں خلافت کے مقدس نظریے تلے علاقائی حکومتیں ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

اس ساری جدوجہد کا خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر داعش کی یہ حکومت مستحکم ہو جاتی ہے تو ایران کی عجمی شیعہ ریاست کے ساتھ ساتھ ، موجودہ باقی ماندہ عراقی ریاست کی صورت میں ایک اور شیعہ عرب ریاست وجود میں لائی جائے، اس لیے ایران کو عراقی حکومت کا ساتھ دینے کے لیے راہ ہموار کی جارہی ہے، کیونکہ دوسری طرف جب سارے سنی عناصر داعش کے زیر قیادت متحد ویکجا ہو گئے اور اس سے قبل کردستان کے نام سے عراق میں ایک آزاد ریاست پہلے سے قائم ہو چکی ہے ، امریکہ وترکی اس کو قبول کر چکے ہیں ، تو باقی ماندہ عراق میں شیعہ اکثریت پر شیعہ عرب ریاست قائم کرنے کی دیرینہ سازش از خود پوری ہو جائے گی۔ ایران وشام کی شیعہ حکومتیں، امریکہ کی قیادت میں اسی سمت پیش قدمی کر رہی ہیں۔

شیعہ ریاست کے قیام کے ساتھ ، دولت اسلامیہ کے قیام کے ذریعے سنی سلفی اجتماعیت کو بھی تقسیم اور باہم متحارب کرایا جائے گا۔ اور داعش کے بارے میں یہ خطرات موجود ہیں کہ وہ سعودی عرب کی طرف پیش قدمی کرے جیسا کہ اس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تبصرہ و تجزیہ

خلافتِ اسلامیہ اور ملّی میڈیا کی غیر موجودگی: دنیا بھر میں ساٹھ کے قریب مسلم ممالک اور غیر مسلم ملکوں میں بھاری مسلم اقلیتوں کی موجودگی، دنیا کی ایک چوتھائی آبادی کے مسلمان ہونے، عظیم ترین دینی نظریہ و عمل اور آخری الٰہی دین اسلام کے وارث ہونے، بھرپور دنیوی وسائل سے مالا مال ہونے کی عظیم حقیقتوں کے ساتھ یہ ایک تلخ صورت حال ہے کہ اس تمام نظریاتی اور مذہبی تشخص کو باہم جوڑنے والا کوئی مرکزِ خلافت موجود نہیں، جو نبی کریم ﷺ کی سیاسی جانشینی کے فرض سے عہدہ برا ہوتا ہو۔ ممالک کے دفاتر اور سفارتیں تو ہیں لیکن دین اسلام کی عیسائی پوپ ویٹی کن کی طرح کی سفارت بھی نہیں۔ دو دہائیوں سے مسلمانوں پر دنیا بھر میں بدترین مظالم تو ہو رہے ہیں، ملتِ کفران کے خلاف متحد و مجتمع ہے لیکن مسلمان اس کے بالمقابل کسی نظم اجتماعی کی تشکیل کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ ان سالوں میں اسلام اور اہل اسلام سے کفر براہِ راست نبرد آزما ہے، لیکن ان بدترین حالات میں بھی مسلمان ایک دوسرے سے متحد ہونے کے بجائے، کفر کی سازشوں پر عمل پیرا ہو کر ایک دوسرے کے خلاف ہی برسرپیکار ہیں۔ پاکستان میں جاری دہشت گردی کی جنگ ہو، افغانستان میں طالبان اور کرزئی حکومت کا مسئلہ ہو یا عراق میں نوری المالکی، شام میں بشار الاسد وغیرہ کی حکومتیں، مصر میں فوجی آمریت اور لیبیا میں جہادی مزاحمت، ہر جگہ مسلمان اپنے ہی ہم عقیدہ وہم نظریہ سے ظلم و تشدد سہہ رہے ہیں۔

مشرقِ وسطیٰ کا المیہ دراصل کفر واسلام کا معرکہ ہے جہاں برطانیہ کے خفیہ معاہدے (سایکو پیکٹ) کے تحت خلافتِ عثمانیہ کے ماتحت علاقوں کو ریت پر لکیریں کھینچ کر مستقل ریاستیں قرار دیتے ہوئے، ان میں اسرائیل کا خنجر گھونپ دیا گیا تھا۔ کفر واسلام کا یہ ازلی معرکہ، پہلے عرب اور صہیونیت کا معرکہ بنا۔ روس وامریکہ کی سرد جنگ کے دور میں اس کی یہی کیفیت رہی، لیکن ایرانی انقلاب کے بعد سے عالم عرب یا مشرقِ وسطیٰ کا یہ المیہ، آہستہ آہستہ شیعہ سنی مخاصمت کے محور کی طرف مرکوز ہوتا گیا۔ ایران عراق جنگ اور ایران سعودی عرب مخاصمت پروان چڑھی، پھر اب کچھ عرصہ سے یہ معرکہ اس سے بھی نیچے آتے ہوئے سعودی عرب اور مصر کی اصل جمہوری حکومت میں اختلاف کا روپ دھار رہا ہے۔ اور شیعہ سنی اختلاف کا ہوا دکھا کر، سلفی اور اخوانی نظریات کی آپس میں لڑائی کو ہوا دی جا رہی ہے۔ اس سے اگلا منظر نامہ سلفی اور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خارجی کی مخاصمت کی طرف بڑھتا نظر آتا ہے۔

گویا ادارہ خلافت موجود نہ ہونے کی بنا پر، اس بدترین مظلومیت کے دور میں بھی مسلمان ہی مسلمان کے خون کا پیاسا ہے اور قرآنی الفاظ میں باہمی اختلاف کی اذیت اور عذاب کا شکار ہے۔ اس المناک صورتحال کی وجہ ایک ہی ہے کہ خلافت کے مقدس تصور سے مسلمانوں نے صرفِ نظر کیا۔ خلافت کا نام اور دعویٰ اگر اجنبی نظر آتا ہے تو اس کے احکام و نظریات سے واقفیت تو بالکل خال خال ہے۔ پوری مسلم دنیا جمہوریت، ملوکیت کے سحر اور آمریت کے دباؤ میں جکڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ہر مسلم ملک کو وطنیت کے بت نے اس طرح اپنے سحر میں لے رکھا ہے کہ وہ اپنے مفاد سے بڑھ کر، ملت اسلامیہ کی بات کرنا بھی گناہ سمجھتا ہے۔ صورتحال یہاں تک پہنچی ہے کہ 'سب سے پہلے پاکستان' اور 'سب سے پہلے عرب' کے نعروں تلے، اپنے ہی مسلمان ہمسایہ بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگے جاتے اور اسے ایک مقدس جہاد باور کرایا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ایک دن چڑھی حقیقت ہے کہ کفر اکیلا ملتِ اسلامیہ کا سامنا نہیں کر رہا۔ امریکہ ۵۲ ریاستوں پر مشتمل ایک مکمل براعظم ہونے کے باوجود، اپنے ہر اقدام کے لیے اقوام متحدہ کی چھتری استعمال کرتا ہے، اسی پر اکتفا نہیں بلکہ یورپی یونین اور نیٹو جس میں بعض مسلم ممالک بھی شامل ہیں، کی افواج کو ساتھ لاتا ہے۔ اسرائیل کے ظلم و ستم کا دفاع اکیلا امریکہ نہیں، برطانیہ، فرانس اور جرمنی مشترکہ ووٹنگ سے کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ملت اسلامیہ کے حکمرانوں کو ہوش نہیں آتی۔ دینی قیادت کو فرقہ واریت کے تو آئے روز طعنے دیے جاتے ہیں، لیکن سیاسی قیادت اور حکمرانوں کی مفاد پرستانہ گروہ بندی اور ملی مفاد سے غفلت کو ہدفِ تنقید نہیں بنایا جاتا کہ یہ سب مسلمان حکمران کس طرح اپنے اپنے مفاد کے اسیر ہیں۔ کیونکہ وطنیت کے نظریے کا تقاضا یہی نیشنل ازم ہے جو دنیا کا سکہ رائج الوقت ہے۔ جمہوریت کی طاقت اور محور یہی وطنیت کا نظریہ ہے جسے مسلم دنیا میں مسیحائی اور اُمید کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مسلم دنیا اگر خلافت کے نظریے سے عاری ہے تو وہ مسلم دنیا کو ایک جسد میں پرو دینے والے ذرائع ابلاغ سے بھی بالکل تہی دست ہے۔ مسلمانوں کی خبریں دشمنوں کے توسط سے ٹوٹی پھوٹی اور عالمی طاقتوں کے مفادات کی چھلنیوں میں چھن کر، صہیونی خبررساں ایجنسیوں کے توسط سے ہم تک پہنچتی ہیں۔ ان میں سچ اور جھوٹ کی آمیزش کا کوئی پیمانہ ہمارے پاس

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں۔ مختلف حکومتوں کے زیر نگرانی چلنے والے ابلاغی ادارے اُن کے سرکاری مفادات کے زیر اثر خبروں کو عوام میں فلوٹ کرتے ہیں۔ مسلم یا ملی میڈیا جو جسد ملی کا لازمہ اور اوّلین تقاضا ہے، اس کا کوئی مصداق مسلم دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ حکومتیں اس تصور سے ہی جان چراتی ہیں کہ اس طرح ان کے شہریوں کی نظر آفاقی ہوگی اور اُنہیں مسلم دنیا کے ساتھ مختلف معاملات میں شراکت کو پروان چڑھانا ہوگا۔ اسی کی قیمت یہ ہے کہ یہ مسلم حکمران، مغرب کے دریوزہ گر اور ان کے معاشی اداروں کے بھکاری بنے رہتے ہیں اور محمد ﷺ کا اُمتی ذلت وہلاکت کا تن تنہا سامنا کرتا ہے۔

مسلمانوں پر ظلم وستم کا خاتمہ اور کلمۃ اللہ کی سربلندی احیاے خلافت کے بغیر ممکن نہیں۔ اور خلافت کا قیام شریعتِ مطہرہ کا بنیادی تقاضا ہے، اس فرض کو ترک کرنے کی بنا پر دنیا بھر کے مسلمان گناہ کے مرتکب ہیں۔ بعثتِ نبویؐ کے بعد سے کسی مرکز امارت کے بغیر مسلمان کبھی نہیں رہے، اسلام تو مختصر سفر کے لیے بھی امیر کے تقرر کو لازمی قرار دیتا ہے۔ کوئی تحریک اور مرکز اس عظیم مقصد کے لیے یکسو ہوکر کام نہیں کررہی، اندریں حالات دولتِ خلافت اسلامیہ کا اس عظیم ہدف کو لے کر آگے بڑھنا ایک مبارک مشن اور نیک مقصد ہے۔ تاہم خلافت جتنا مقدس ومبارک نظریہ ہے، اس کا قیام اور اس کا تحفظ وبقا اس سے بھی زیادہ ذمہ داری اور اہمیت کا معاملہ ہے۔ اسی احساسِ ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ماضی میں طالبان نے خلافت کی بجائے 'امارتِ اسلامیہ' تک اکتفا کرنے کو ترجیح دی تھی۔ دولتِ خلافت اسلامیہ کا یہ قدم بہر حال قابل تحسین ہے کہ اُنہوں نے اپنے سیاسی ڈھانچے کے لیے مغرب سے کوئی نظام مستعار لینے کی بجائے، خالص اسلامی نظام اور اصطلاحات کی طرف پیش قدمی کی ہے، جب اُنہوں نے اعلان کرلیا ہے تو اللہ اُنہیں اس کے تقاضے پورے کرنے کی بھی توفیق مرحمت فرمائے، اور اُن کو کامیابی وکامرانی سے نوازے۔ تاہم کیا یہ وہی شرعی خلافت ہے جس کی اطاعت اور اس کے سائے تلے چلے آنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کا تعین قبل از وقت ہے اور علما کی باضابطہ رہنمائی اور وسیع تر فتویٰ کا محتاج ہے۔

خلافتِ اسلامیہ کا جب بھی آغاز ہوگا، ابتدائی طور پر تو کسی ایک چھوٹے خطے سے اس کا سلسلہ شروع ہوگا، جیسا کہ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا آغاز کس قدر مختصر طور پر ہوا، اور بعد میں نبی کریم ﷺ کی قائم کردہ یہ خلافت چودہ صدیوں تک کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی،

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تا آنکہ مصطفی کمال اتاترک نے اسے غیروں کے ساتھ ملی بھگت کر کے خاتمے سے دوچار کر دیا۔ موجودہ صورتحال بھی کوئی زیادہ پریشان کن نہیں، بلکہ آج اگر شام و عراق کے نقشے کو دیکھا جائے تو چالیس فیصد تک علاقہ داعش کے زیر حکومت آچکا ہے، اور باقی علاقوں میں ان کی نقل و حرکت اور بڑی قوت موجود ہے۔ اس خلافت کا اصل جوہر شریعتِ الٰہیہ کا نفاذ، اور اسلام کے نظامِ سیاست 'خلافت وامارت' کا قیام ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماضی کی عالمی خلافتوں کی طرح اس کا دائرہ عمل بھی وسیع ہوتا جائے گا۔ اس لیے دولت خلافت اسلامیہ کو اس وقت آگے بڑھنے سے پہلے اپنی بنیادوں کو پختہ کرنے اور حکومت کو مستحکم کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

'دولتِ خلافتِ اسلامیہ' کی تائید اور حمایت کے اسباب [Strengths]

① **سامراج کی ہزیمت:** ملتِ اسلامیہ ایک طویل عرصہ سے ذلّت وپستی اور ہلاکت وبربریت کا سامنا کر رہی ہے جس میں ۱۹۹۰ء کے بعد سے واضح اضافہ ہو چکا ہے۔ ان سالوں میں مسلمانوں نے بے شمار ہلاکتوں، مظالم، جبر وتشدد، ظلم وستم، عصمت وآبرو کی قربانیوں، اور اسلام وشعائرِ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائیوں کے زخم سہے ہیں۔ ان حالات میں کوئی بھی طاقت کفریہ استعمار کو براہِ راست چیلنج کرتی اور اس سلسلے میں معمولی کامیابی بھی دکھاتی ہے تو مظالم سے چور اُمتِ مسلمہ اس کی طرف لپکی چلی آتی ہے۔

② **شیعی سازشوں کا جواب:** مسلم وعرب دنیا میں شیعہ مظالم ایک کھلی حقیقت بنتے جا رہے ہیں۔ شیعہ کے انحرافی نظریات اور سازشی اقدامات جسے ایرانی انقلاب نے مہمیز دی ہے، کا دفاع کرنا بھی اہل السنّہ کی دلی خواہش ہے۔ یہ وقت اُمتِ مسلمہ میں اتحاد کا ہے، اور جو اس اتحاد کو پارہ پارہ کرتا ہے، ملت کا اجتماعی شعور اس سے نفرت کرتا ہے۔ ایران اسی ملی شعور کے استحصال کے لیے وحدتِ اسلامی کا نعرہ اور اسرائیل مخالف جذبات کو کیش کراتا ہے لیکن اس کا اندرونی چہرہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ داعش کا ظاہری پہلو بھی شیعیت اور سامراجیت کے خلاف مزاحمت کا ہے، یہ چیز ان کی حمایت کا باعث ہے۔

③ **اعلانِ خلافت اور اس کے زمینی امکانات:** مسلم حکمرانوں کی مفاد پرستی اور مغربی نظریات واہداف کی آبیاری ان سالوں میں واضح ہو چکی ہے۔ نفاذ شریعت کے دیرینہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مطالبے کے باوجود کسی حکمران کو نہ تو اس کے تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کی توفیق ہوتی ہے اور نہ مسلمانوں اور ان کے شعائر پر ہونے والے حملوں کے خلاف مزاحمت کا حوصلہ ملتا ہے۔ نفاذِ شریعت، خلافت، مسلم مفادات اور اقلیتوں کا تحفظ اور اسلامی حمیت وغیرت کا احیا، دولتِ خلافت اسلامیہ کی تائید کے رجحانات ہیں۔ یہ جہادی عناصر عرصہ دراز سے ایک خطہ ارضی کی تلاش میں ہیں جہاں وہ عملاً اسلام نافذ کرکے، اپنے اس موقف اور الزامات کو ثابت کردیں جو مسلم حکمرانوں پر لگائے جاتے ہیں۔ اندریں حالات داعش کو وسیع تر خطہ ارضی مل جانا، بڑی جہادی قوت کا اجتماع اور دنیوی اموال ووسائل سے بھی مالا مال ہوجانا، بہت سے مسلمانوں کے لیے اُمید کی روشن کرن ہے۔

دولتِ اسلامیہ پر کئے جانے والے اعتراضات [Weaknesses]

① جو لوگ دو دہائیوں کے جہادی منظر نامے سے آگاہ ہیں، بخوبی جانتے ہیں کہ القاعدہ کی شکل میں ہونے والی جہادی مزاحمت، ایک طرف دینی علوم اور اس کی تفقہ وبصیرت سے تہی دامن ہے۔ اس کی قیادت ان نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے جو ملت پر ہونے والے مظالم میں رنجیدہ ہیں اور اپنے حکام (سیاسی قیادت) کے ساتھ، علمائے کرام (دینی قیادت) سے بھی ناراض ہیں۔ القاعدہ اور اس کے شجرہ نسب سے تعلق رکھنے والی جہادی جماعتیں، اگرچہ سلفی پس منظر سے تاریخی تعلق رکھیں لیکن سلفی علما ان کے منہج واستدلال کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے موقف کو شرعی تائید سے عاری قرار دیتے ہیں۔ القاعدہ اور داعش کی قیادت مظالم کفار کے دفاع سے غفلت یا عاجزی ظاہر کرنے والے مسلم حکام پر کڑی تنقید کرتی اور ردّ عمل میں آکر مسلم حکام کو کفار، طاغوت اور مرتد قرار دیتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ ان کی حمایت کرنے والے سرکاری افسران اور اَفواج کو بھی مرتد وطواغیت بنا کر مباح الدم سمجھتی ہے[1]۔ ان سے اتفاق نہ کرنے والے پہلے تکفیر اور پھر تفجیر (بم دھماکوں) کا سامنا کرتے ہیں۔ اس بنا پر ایسی جہادی تحریکیں، جہادی کے بجائے فسادی رویے کی حامل بن کر مسلمانوں سے ہی جہاد شروع کردیتی ہیں۔ یہ لوگ علما کو مرجئہ

1 داعش کے باضابطہ ترجمان 'دابق' میں 'طاغوت' اور 'مرتدین' کی مخصوص اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اور پیچھے شیخ عدنانی کے خطاب میں 'مرجئہ' کی مذمت، القاعدہ کے روایتی موقف سے اتفاق ظاہر کرتی ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

(تساہل پسند) قرار دے کر ان کی بھی تکفیر کرتے اور اپنے سوا کسی دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس طرح حکام وعلما کی اپنے تئیں بعض اغلاط کے سبب اُن کو کافر قرار دے کر ان کے خلاف جہاد پر کمربستہ ہو جانا، خوارج کے منہج سے اُنہیں ملا دیتا ہے۔ خوارج دین کے نام پر غلو اور انتہا پسندی کی تحریک ہے، سو ان جہادیوں کو ان کے رویے کی بنا پر جہادی سے زیادہ فسادی اور مجاہدین سے زیادہ خوارج العصر قرار دیا جاتا ہے۔ داعش پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ اگر وہ بھی اپنے پس منظر اور ماضی کے مطابق اسی رویے پر کاربند رہتی ہے تو ان کے جہاد کا نشانہ کفار سے زیادہ مسلمان قرار پائیں گے۔

عجب بات یہ ہے کہ القاعدہ کے زیر اثر یہ جہادی، کسی مسلم ملک کے حکام کے بارے میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ پاکستان میں امریکی تائید اور فنڈ وسپورٹ سے جنگ جاری ہو، عراق اور افغانستان میں کٹھ پتلی حکومتیں سامراجی ایجنڈے کو پورا کر رہی ہوں، یا سعودی عرب کے حکمران، ان کی توقع کے مطابق دینی اقدام نہ کریں، لیکن اپنے شہریوں کے جان ومال اور دین کے قیام میں کامیاب واقع ہوں تو یہ سب حکمران بلا امتیاز القاعدہ کے جہادیوں کی نظر میں طاغوت ہیں۔ جبکہ ہر علاقے اور اسکے حکام کے رویوں کے نتیجے میں شرعی حکم مختلف ہوتا ہے، لیکن جہادیوں کے ہاں ایسا کوئی نظریہ نہیں جو شاہ عبد اللہ اور نوری المالکی میں کوئی فرق کرے۔

القاعدہ کی جوابی اور کمزور مزاحمت نے عالمی قوتوں کو مسلمانوں پر مظالم شدید تر کرنے اور ان میں گھسنے کا جواز بھی فراہم کیا ہے، نائن الیون کا واقعہ کیا مسلم اُمہ کے لیے مفید رہا یا مسائل کی جڑ بن گیا، یہ جہاد تھا یا فساد؟ اس پر بہت کچھ بولا اور لکھا جا چکا ہے۔ اس بنا پر ان جہادی تحریکوں سے ہمدردی رکھنے کے باوجود ان کے عملی مسائل، گہرے غور وفکر کا تقاضا کرتے ہیں۔

④ داعش کے اس انتہا پسند رویے کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ انہوں نے حالیہ جہادی کامیابی سے قبل اپنے سابقہ سب جہادی حلیفوں سے علیحدگی اور جدائی اختیار کی، حتی کہ القاعدہ جو اس کا مرکزی نظریہ تھا اور جس سے بقول کسے، داعش کی قیادت بیعت تھی، اس کے حلقہ اطاعت کو ترک کر کے، اچانک اپنی جداگانہ خلافت کا اعلان کر دیا۔ اعلانِ خلافت کے ساتھ ہی یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ جن علاقوں میں داعش کی حکومت ہے، وہاں کوئی اگر خلیفہ داعش کی بیعت نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بعض علما مثلاً سلفی شامی مجاہد عالم مثلاً شیخ عدنان عرعور نے کہا کہ ہم خلیفہ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ خلیفہ تو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مجہول اور غیر دستیاب ہے، ہم اظہارِ اعتماد کے لیے کیسے اس کے خیالات کا جائزہ لیں؟ اس عدم دستیابی کے الزام کے خاتمے کے لیے ابو بکر بغدادی نے ۶ رمضان کو موصل میں خطبہ جمعہ میں اپنے آپ کو عوام الناس میں ظاہر کیا۔ لیکن یہ اعتراض تا حال باقی ہے کیونکہ خلیفہ کی بیعت میں عامۃ المسلمین کا اعتماد بھی ایک شرط ہے اور اعتماد کے لیے معرفت ضروری ہے۔ خلیفہ پر یہ اعتراض بھی ہوا کہ اسلامی خلافت کے لیے قوت کے ساتھ علم وفضل بھی درکار ہیں، ﴿زَادَهٗ بَسۡطَةً فِي الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ﴾ کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے جواب میں اچانک ۱۰ ؍اگست کو میڈیا پر یہ آنا شروع ہو گیا کہ جناب خلیفہ محترم علومِ شریعہ میں پی ایچ ڈی کے سند یافتہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دولت کے زیر اثر شہروں میں ایسے لوگوں اور علما کو قتل کر دیا جاتا ہے جو خلیفہ کی بیعت نہ کریں۔ یہ قتل شرعی دلیل کا متقاضی ہے کیونکہ خلیفہ کی بیعت سے تاخیر اس کے قتل کو واجب نہیں کرتی، جیسا کہ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ داعش پر بہت بڑا اعتراض دیگر جہادی تحریکوں سے قتل وغارت گری کا بھی ہے۔ ماضی میں جبهة النُّصرة سے ان کی لڑائی مسلمہ حقیقت ہے۔ ان کے اسی رویے کی بنا پر شامی افواج نے داعش کو شام میں داخلے کے لیے کھلا راستہ دیا، اور داعش نے دیگر غیر جہادی تنظیموں کی قیادت کو ہلاکت سے دوچار کیا۔ القاعدہ رہنما ڈاکٹر ایمن ظواہری نے اسی بنا پر داعش کو شام میں داخلہ سے روک دیا لیکن داعش نے ان کے حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ سلفی علما، داعش سے شرعی عدالتوں کا مطالبہ کرتے اور ان قتلوں کے واضح اور نامزد ملزموں کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں اور داعش کے خودساختہ نظام عدل پر شرعاً مطمئن نہیں ہیں۔ جبهة النُّصرة اس وقت پھر داعش سے علیحدہ ہے، وہ نہ تو خلافت کی داعی ہے اور نہ تکفیر کی۔ شیخ عرعور کے بقول ہم جاننا چاہتے ہیں کہ یہ رویے جو بکثرت داعش سے صادر ہو رہے ہیں، ان کی قیادت کے نزدیک اس کا جواز کیا ہے؟ کیا وہ اس کی مذمت کرتے ہیں یا اصلاح کے لیے سرگرم ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ ان میں اکثر باتوں سے داعش نے رجوع کر لیا ہے، تاہم ماضی کی کوتاہیوں کا مداوا کیا ہے اور کیا ضمانت ہے کہ دوبارہ ایسا نہ ہو؟

③ داعش کی سیاسی تشکیل پر بھی بہت سے اعتراضات ہیں۔ کئی لوگ اسے ۱۹۹۷ء کے افغانی طالبان کی طرح امریکی چالبازی کا مظہر سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عراق کی موجودہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

حکومت پر عدم اطمینان کے بعد، داعش کو اوپر کی سطح پر اختیار سونپنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ داعش کو ملنے والی کامیابی اس کے زمینی وجود سے بہت بڑی ہے اور مقابل فوجیوں نے مقابلہ کی بجائے وردیاں چھوڑ کر بھاگنے اور عوام میں گھل مل جانے کو ترجیح دی۔ شام میں سنی مزاحمت کامیاب ہونے کے دنوں میں داعش کو شام میں راستہ دیا گیا تھا کہ وہ ان جہادی گروہوں پر ہی حملے کرکے، جہاد کی قوت کو کمزور کرے۔ دولتِ خلافت اسلامیہ کی صورت میں دنیا بھر کے جہادیوں کو جمع کرکے، ان کے خلاف امریکی بمباری ان کی اجتماعی ہلاکت کی تدبیر ہے جس کے بعد امریکہ کو عراق پر براہِ راست قبضہ رکھنے کا جواز حاصل ہو جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ داعش کا مقصد سنی سلفی طاقت کو منقسم کرنا اور باہم لڑانا ہے، اس لئے داعش کا اگلا ہدف لبنان کی سنّی حریری حکومت ہے جس کے دفاع کے لیے سعودی عرب نے ایک اَرب ڈالر کی امداد ہفتہ قبل جاری کی ہے اور داعش عنقریب سعودی حکومت کو بھی نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ داعش کبھی اسرائیل کی طرف پیش قدمی نہیں کرے گی بلکہ اس کا نشانہ مسلمان ہی ہوں گے اور یہی خوارج کی علامت ہے۔

(۴) اگر یہی معیار مان دے لیا جائے کہ جو بھی گروہ بعض علاقوں پر قبضہ حاصل کرلے اور وہاں خلافت کا اعلان کرکے، باقی جہادی گروہوں اور عوام کو مرتد بنا کر قتل کرنا شروع کردے تو پھر اس قتل وغارت اور انتشار کا سلسلہ کہاں تک جائے گا۔ اس کی بجائے باہمی مشاورت اور اتفاقِ رائے سے اس قدر عظیم امور انجام دیے جائیں تبھی خلافت صحیح معنوں میں قائم ہو سکتی ہے۔

دولت خلافتِ اسلامیہ کے لیے قابل توجہ اُمور

داعش پر کئے جانے والے اعتراضات کا خلاصہ وہ ہے جو اوپر پیش کردیا گیا۔ دراصل مزاحمت اور دفاع میں جب کئی ایک گروہ کار فرما ہوں، اور ان میں ہر ایک اپنے حصے کی جدوجہد کررہا ہو تو اس میں اتباع کے باہمی نظام کا قیام اور ترجیحات کا متفقہ تعین ایک بڑا مشکل امر ہے۔ ماضی میں یہی باتیں افغانی طالبان کے بارے میں بھی سامنے آئیں، اور اُنہوں نے دیگر گروہوں حتی کہ کنٹر ونورستان کے سلفیوں کے خلاف بھی جہاد کیا جس پر اُنہیں شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا اور آج تک اہل حدیث ان کے اس جرم کو معاف نہیں کرسکے کیونکہ ایک مسلمان کا بھی ناورا

magazine.mohaddis.com

قتل ناقابل معافی ہے۔ تاہم آخر اس منتشر و متحارب جہاد سے آخر کار اللہ تعالیٰ نے خیر نکالی اور طالبان کے نام سے ایک حکومت قائم ہوگئی۔ مذکورہ بالا اُمور بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی اصلاح جتنی جلد ہو جائے گی، اتنا ہی اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہتر ہو گا۔ تاہم داعش کو انتہاپسندانہ رویے کو لازماً ترک کرنا ہو گا، اگر وہ مسلمانوں کی طرف ہی اپنی بندوقوں کا رخ کر لیں گے اور تکفیر وارتداد کی زبان بولیں گے تو پھر اس جہاد کو فساد سمجھنے میں کوئی اَمر مانع نہ ہو گا اور یہ ایک عظیم فتنہ ہو گا۔ داعش کے باضابطہ ترجمان شیخ عدنانی کا پیچھے بیان گزر چکا ہے کہ خارجیت کے سلسلے میں ناقدین کو ان کے زیر حکومت شہروں کے ماحول کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ اگر وہاں وہ خارجیت کو پاتے ہیں تو یہ الزام درست، بصورتِ دیگر داعش کا حال ہی اس کا اصل موقف ہے۔

داعش کو مزید درج ذیل اُمور کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیے:

① **تعلیم وتربیت کی طرف توجہ:** داعش مختلف الخیال لوگوں کا مجموعہ ہے جنہیں مختلف ضرورتوں اور ترغیبات نے مجتمع کر دیا ہے۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ ہے جس نے اس قدر وسیع الجہت عناصر کو متحد ہو کر جہاد کے نظریے تلے مشترکہ جدوجہد کی توفیق دی۔ ان مختلف الخیال لوگوں کو پختہ نظریہ اور عقیدہ ہی دائمی طور پر متحد کر سکتا ہے۔ ان کا اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق اور خلوص وللّٰہیت ہی اُنہیں بڑے عظیم چیلنجوں سے عہدہ برا کر سکتی ہے۔ اس لیے داعش کو فوری طور پر تعلیم و تعلّم اور عبادت و عمل کی طرف متوجہ ہونا ہو گا۔ مسلمانوں میں مرکز و محور صرف کتاب و سنت ہی ہیں، کتاب وسنت کی تعلیم ودعوت کو اس قدر بڑے پیمانے اور قوت سے پھیلایا جائے کہ دیگر شخصی آرا اور رجحانات کو پنپنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ دعوت و تعلیم کو فرقہ وارانہ رجحانات اور فقہی نکتہ رسیوں سے نکال کر، شعائر اور مسلماتِ اسلام کے فروغ اور ان پر زیادہ سے زیاہ عمل کی طرف لانا چاہیے۔ اگر نظریہ وعقیدہ واضح نہ ہو یا بد عملی کی آفت سوار ہو تو ہر دوصورت میں داعش کی وقت منتشر ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ افراد کی اصلاح ہی معاشرے کی حقیقی اصلاح پر منتج ہوتی ہے۔ اسلام نرے حکومتی جبری اقدامات کے بجائے ترغیب وآمادگی کے ذریعے نافذ ہوتا ہے جو زمینوں کی بجائے دلوں پر حکومت کا داعی ہے اور یہ تمام کام تعلیم وتربیت کے بغیر ممکن نہیں۔

② **پابندیوں کی بجائے سہولتوں سے آغاز:** خلافت کا نعرہ بڑا عظیم اور مبارک ہے اور اس کے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تقاضے بھی بڑے بلند ہیں۔ ہر مسلمان خلافت کا نام سن کر فوراً خلافتِ راشدہ کا تصور اور اسلام کا فلاحی کردار ذہن میں لے آتا ہے۔ فلاح اسلامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، داعش کو معاشرے کی سہولت اور نظم وضبط، امن وامان کے قیام سے اپنی ترجیحات کا آغاز کرنا چاہیے۔ بڑا مبارک ہے کہ اُنہوں نے قیمتوں کو نصف کرنے، شہری نظام کی بحالی پر فوری توجہ دی ہے۔ انہیں پابندیوں اور سختیوں کو، سہولتوں کے پہلو بہ پہلو بلکہ ایک قدم پیچھے چلانا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت کو غریبوں کے کام آنے اور مسافروں، محروموں کی نگہداشت کرنے سے تقویت بخشی۔ مدینہ میں مؤاخات اور امن وامان کے قیام سے آپ نے اپنی مبارک سیاست کا آغاز کیا۔ آپ نظام عبادات اور نظام عدل وانصاف کو بھی بڑی حکمت ودانائی سے ساتھ ساتھ لے کر چلے۔ پوری دنیا کے میڈیا کی نظریں اُن پر ہیں اور ملتِ اسلامیہ کے لیے وہ اُمید کی ایک روشن کرن بن سکتے ہیں۔

③ **افتراق سے گریز اور حلیفوں کی تلاش:** داعش کی قوت مسلم اتحاد واتفاق کی قوت ہے جس کا مرکز قرآن وسنت ہے۔ دولتِ خلافت اسلامیہ جہادی نظریات کی علم بردار ہے۔ اور اُسے اپنے اس مرکزی نظریے پر کاربند رہنا چاہیے کہ وہ ملتِ کفر کی مسلم ممالک پر جارحیت اور ان پر غاصبانہ قبضے کے خلاف ایک توانا آواز بنی رہے۔ جو ملتِ کفر کا حاشیہ نشین بنے، اور ان کے غصب کو طول دے، چاہے وہ کرزئی کی شکل میں ہو، یا نوری المالکی کی کٹھ پتلی حکومتوں کی صورت میں، داعش کی صورت میں اُن کا محاسبہ ہونا چاہیے۔ ملتِ محمدیہ پر ہونے والے مظالم میں وہ اپنے بھائیوں کی ہم نوا اور مؤید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی صورت میں ملتِ اسلام کو متحد رہنے کا ایک عظیم آلہ عنایت کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک جہاد مسلمانوں میں جاری رہا، باہمی آویزشیں سر نہ اُٹھا سکیں۔ داعش کو چاہیے کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف سے ہر صورت گریز کرے۔ ماضی میں افغانستان میں طالبان کی امارت نے کتاب وسنت کی بجائے، حنفیت کے فروغ کو ترجیح دی جس کے نتیجے میں افغانستان کے سلفی حلقے کو کنٹر ونورستان میں ان کی طرف سے تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس چیز نے طالبان کی مقبولیت کو ان کے خیر خواہوں میں بہت نقصان پہنچایا۔ داعش کو بھی کتاب وسنت میں موجود نظریات پر کاربند ہوتے ہوئے ان فرقہ بندیوں سے گریز کرنا ہوگا، وگرنہ اہل اسلام کے باہمی اختلافات کی بے برکتی ان کی قوت کو منتشر کردے گی۔ داعش

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کی حکومت ایک نظریاتی حکومت ہے، اس لیے اپنی نظریاتی بنیادوں کو مستحکم کرکے اُنہیں ہر صورت واضح کرنا ہوگا۔ اس کے قائدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان نظریات کی درجہ بندی کریں، جن پر کوئی مفاہمت نہیں ہوسکتی۔ اور جن نظریات میں گنجائش ہے اور اُنہیں گوارا کیا جاسکتا ہو، ان میں سہولت اور تدریج کا رویہ اختیار کریں۔ اکیسویں صدی خالص اسلام کے لیے بہت اجنبی ہے، اس دنیا میں داعش کو حلیف قوتوں اور معاہدوں کا بھی راستہ اختیار کرنا رحمۃ اللہ علیہ پڑے گا۔ داعش کا موقف ہے کہ وہ کفر کی عالمی غاصب برادری سے مفاہمت اور اُن سے ماتحتی پر مبنی معاہدات نہ کرے گی، اس صورت میں اہل اسلام میں اپنی جڑیں مضبوط کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

④ **سعودی عرب اور داعش کی نظریاتی وحدتیں:** داعش کے نظریات کا مطالعہ کریں تو ان میں عقیدہ توحید کا فروغ، شرک وبدعات کی بیخ کنی، وضعی قانون کی بجائے اللہ کی شریعت پر فیصلے کرنا، جمہوریت، انسانی حقوق، سیکولرزم، نام نہاد امن، وطنیت اور آزادی رائے جیسے مغربی کھوکھلے نعروں کی مذمت کرنا وغیرہ سرفہرست ہیں۔ عملی طور پر اُنہوں نے شعائر اسلام کے فروغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قیام کو ترجیح دی ہے۔ ان کے خطبات کا تجزیہ کیا جائے تو وہاں عرب قوم پرستی، عراقیت نوازی کے بجائے ملتِ اسلام کی بات کرکے وطنیت کی عملاً مذمت کی گئی ہے۔ یہاں مسلم ممالک کے حکمرانوں کو ایجنٹ قرار دے کر، کفر کو ملتِ اسلام کے خزانوں کو لوٹنے والا اور دنیا کو ان کے خلاف ظلم وتشدد کا مجرم بتایا گیا ہے۔ اسلامی وسائل اور ملتِ اسلام کے مفادات کے تحفظ کی بات کی گئی ہے۔

داعش تاریخی لحاظ سے سلفی مکتبِ فکر سے نکلا ہوا گروہ ہے۔ اس بنا پر سعودی عرب کی حکومت وعوام اور ان میں بہت سی مشترک قدریں پائی جاتی ہیں۔ بالخصوص عقیدہ توحید کی بنا پر معاشرے کی اصلاح اور اس سے مظاہر شرک وبدعت کا خاتمہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قیام، شرعی عدالتوں کا قیام، سیکولرزم، جمہوریت وانسانی حقوق کے مغربی نعروں کی مذمت جیسے کئی چیزیں ان میں قدرِ مشترک ہیں۔ اور دونوں میں وجوہاتِ اختلاف کو دیکھیں تو خلافت اور ملوکیت، عالمی کفر سے معاندت یا مفاہمت بھرے تعلقات، ملتِ اسلامیہ کے مفادات کی فکر اور اس سے مبیّنہ غفلت وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے اور یہی جہادی تنظیموں کے سعودی حکومت پر اعتراضات ہیں۔ اس لحاظ سے دنیا کی کسی بھی ریاست سے بڑھ کر داعش نظریاتی طور پر سعودی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عرب کے قریب ہے، یا مستقبل قریب میں اگر طالبان کو افغانستان میں حکومت مل جائے، جس کے روشن امکانات ہیں تو اُن سے بھی ان کی فکری قربتیں ہو سکتی ہیں۔

داعش کے بارے میں اکثر حلقوں میں جو اعتراض کیا جاتا ہے، وہ خارجیت کا ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ داعش جیسی جہادی تحریکوں کے لیے تشدد وانتہاپسندی سے گریز ایک بڑا ہی اہم مسئلہ ہے۔ دین کے فروغ کے ساتھ ہی، ظواہر پر شدت اور مقاصد ومصالح شرع کی پروانہ کرنے کا مسئلہ ماضی میں بھی پیش آتا رہا ہے۔ خیر القرون، خلافتِ راشدہ میں بھی اسلام کو پہلا چیلنج اسی فتنہ خارجیت سے پیش آیا تھا جو دین داری میں غلو کا نتیجہ تھا، موجودہ سعودی حکومت کے لیے بھی القاعدہ اور جہادی نوجوانوں کے رجحانات ہی اہم ترین مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ اس غلو وتشدد کو علمی رسوخ، تقویٰ، عمل اور تحمل سے ہی کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ یہ غلو جہادی میدانوں کی تیز تر حرکت کی بجائے ٹھنڈے دل اور تحمل سے مسائل کے حل کی طرف متوجہ ہونے سے ہی ختم ہو سکتا ہے۔

داعش کے قائدین کے بیانات ابھی محض دعوے ہی ہیں، میدانِ عمل میں ان کو اختیار کرکے، جب عملاً ان پر کاربند ہوں گے، تب ہی اُن کی پختگی کا علم ہو گا۔ آج کی پیچیدہ عالمی سیاست میں حکومتیں عالمی دباؤ کے سامنے مجبور ہو جاتی ہیں اور بیشتر دعوے خواہشات سے آگے نہیں بڑھ پاتے۔ کفر کے اس عالمی دباؤ کو گہری تدبیر اور مشترکہ قوت کے ساتھ ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔

⑤ **حرمین کی بجائے اسرائیل کی طرف:** خارجیت پرور رجحانات کے تناظر میں ۴؍ اگست کے اخبارات میں روسی میڈیا اور برطانوی اخبار 'ٹائمز' کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ

> ''داعش نے سعودی عرب بالخصوص مکہ مکرمہ کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی ہے، ان دھمکیوں سے گھبرا کر سعودی حکومت نے اپنی ۵۰۰ میل لمبی عراقی سرحد پر ۳۰ ہزار فوج متعین کردی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس فوج کا بیشتر حصہ پاکستان اور مصر کی حکومتوں سے طلب کیا گیا ہے۔ اس سال سعودی عرب کے دفاعی اخراجات ۳۵ بلین پونڈ تک پہنچ گئے ہیں جو برطانیہ سے بھی زیادہ ہیں۔''

مشرقِ وسطیٰ بالخصوص عراق وشام میں جاری یہ جنگ سعودی عرب کے ہمسائیگی میں دو دہائیوں سے جاری ہے۔ اور جنگ میں میدانِ جنگ سے زیادہ اہمیت درست خبروں کی ہوتی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے۔ ۳۰ ہزار فوج کی تعیناتی کی خبر مغربی میڈیا پر ایک ماہ قبل شائع ہو چکی ہے، لیکن اس کی حقیقت آئندہ دنوں میں واضح ہو گی۔ اور یہ داعش کا امتحان ہے کہ اس کے ساتھ سب سے زیادہ نظریاتی قرب سعودی حکومت کا ہی ہے۔ اگر داعش عالمی طاقتوں اور ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں کے بجائے، ملت اسلامیہ کو ہی اپنا ہدف بنانا شروع کر دیتی ہے تو یہ ایک طرف آغاز میں ہی اپنی طاقت کو کمزور کر لینے، مسلمانوں میں اپنی جڑیں کمزور اور آخر کار اپنے خاتمے کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا تو دوسری طرف یہ الزام بھی یقینی ہو جائیگا کہ داعش بنیادی طور پر خارجی گروہ ہے جو کسی بھی گناہ یا کوتاہی کے مرتکب شخص یا حکومت کے خارج از اسلام ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

داعش مشرقِ وسطیٰ میں جن قوتوں کے خلاف سرگرم عمل ہے یعنی امریکہ اور اس کے کٹھ پتلی عراقی حکمران اور اس کی پشت پر موجود ایرانی حکومت، ان کے اہداف بھی اس نکتہ پر مرکوز ہیں کہ سعودی عرب کو سیاسی انتشار کا نشانہ بنا کر، حرمین شریفین میں بدامنی اور فتنہ بازی کو عام کیا جائے۔ ایران اپنے قیام کے پہلے روز سے اسی جدوجہد میں ہے، داعش اگر سعودی عرب کو اپنا ہدف بنانے کی طرف پیش قدمی کرتی ہے تو یہ غلط حکمتِ عملی کے ساتھ اپنے اصل حریفوں کی بھی ہم نوائی اور ان کی تائید ہو گی۔ اس کے بالمقابل داعش اگر فلسطین وغزہ کے مظلوموں کی مدد کے لیے بڑھتی اور دباؤ ڈالتی ہے تو پورا عالم اسلام اس کی پشت پر ہو گا اور یہی ابو بکر بغدادی کا نعرہ ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کو بڑھیں گے، دنیا میں سب سے زیادہ ظلم ملت اسلامیہ پر کہاں ہو رہا ہے، اس کا جواب غزہ و فلسطین کے سوا اور کیا ہے؟

سعودی عرب کی حکومت ایک طرف قبلہ اسلام کی خادم اور حجاج کی میزبان ہے، یہاں موجود اسلامی نظام کی دنیا بھر میں کوئی اور نظیر نہیں ملتی، یہ عقیدہ توحید کی دنیا بھر میں سب سے توانا آواز ہے، دنیا بھر کے مسلمان علوم اسلامیہ میں رسوخ کے لیے یہاں رجوع کرتے ہیں اور سعودی عرب عالم اسلام کی مدد میں کبھی پیچھے نہیں رہتا۔ دنیا میں دار الاسلام کا اگر کوئی ممکنہ مصداق موجود ہے تو اس وقت تک یہ اعزاز صرف سعودی عرب کے پاس ہے، یہاں دنیا بھر میں سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کی جاتی اور یہاں کی ثقافت و نظام دنیا بھر سے مختلف ہے۔

دوسری طرف عجب پریشان کن امر یہ ہے کہ القاعدہ کی جہادی تحریک ہو، اخوان المسلمون کی غلبہ اسلام کی تحریک ہو یا داعش کی صورت میں نیا جہادی محاذ، ان سب کے مطالبے اور شکوے بھی سعودی حکومت سے ہیں جس کے نتیجے میں سعودی حکومت ان کو دہشت گرد قرار دے کر

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

اپنے تئیں محفوظ ہونے کی کوشش کرتی ہے۔

اسلامیانِ عالم کے لیے یہ امر کس قدر اندوہ ناک ہے کہ مغربی غلبہ واستیلا کے اس دور میں سعودی عرب کا سب سے بڑا مخالف ایران ہو، جبکہ انہی دو ممالک میں ہی اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اسلامی حکومتیں پائی جاتی ہیں۔ سعودی عرب، مصر کی اخوانی حکومت کی معزولی پر اس کا ساتھ دینے کی بجائے مخالف کیمپ میں کھڑا نظر آتا ہے جبکہ سلفی اور اخوانی، دونوں اسلام کے ہی کام کرنے والی دو مخلص تحریکیں ہیں، سید قطب اور حسن البنا کے منہج سے اختلاف کے باوجود ان کے خلوص وجذبہ کی تائید ماضی میں سلفیہ کے قائد شیخ عبد العزیز بن باز کرچکے ہیں اور سعودی عرب میں اخوان کو ہمیشہ سے دینی جدوجہد کی بڑی آزادی اور تائید حاصل رہی ہے۔ پھر اس پر کیوں افسوس نہ ہو کہ سلفی نظریات پر پروان چڑھنے والی داعش کی جہادی تحریک، سعودی عرب کو ہی اپنے نشانے پر رکھ لے۔ گویا عالم موجود کے چار عظیم اور طاقتور رجحانات آپس میں ہر ایک دوسرے کے درپے ہیں: سعودی عرب، ایران، مصر اور دولتِ خلافت اسلامیہ۔ مسائل اور وجوہات کیا ہیں، یہ ایک علیحدہ موضوع ہے لیکن یہ نتیجہ ہر مسلمان کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے، بالخصوص ان حالات میں جبکہ ملتِ کفر، ان سب کو کچا چبا جانے اور مچھر کی طرح مسل دینے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔

دنیا میں جو بھی اسلامی تحریک اُٹھتی ہے، حرمین شریفین کے مقدس مقامات کی محافظ اور خادم ہونے کی بنا پر سعودی حکومت کو اپنے نشانے پر رکھ لیتی ہے۔ ایران اپنے روزِ قیام سے حرمین میں اپنی مداخلت کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کررہا ہے، اور داعش بھی اسی سمت پیش قدمی کرسکتی ہے، لیکن واضح رہنا چاہیے کہ کسی بھی اسلامی حکومت کا حرمین پر تسلط اس کے اسلامی ہونے کا بنیادی تقاضا نہیں بلکہ اس کے مقبولِ عوام ہونے کی بچگانہ خواہش ہے۔ حرمین کی جس طرح سعودی حکومت نے فرقہ واریت سے بالاتر ہوکر خدمت کی ہے، اسلامی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور مستقبل قریب میں اس کے امکانات بھی نہیں کہ کوئی اور حکومت یہاں ایسے پرسکون انتظامات کرسکے۔ آلِ سعود کی حکومت کا یہ طرۂ امتیاز ہے۔ ماضی کی خلافتیں حرمین پر غلبہ کے باوجود قائم رہی ہیں، افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت نے حرمین پر غلبہ کو کبھی اپنی خواہش نہیں بنایا، پھر ایران کی یہ خواہش سراسر ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کو منتشر کرنے کی سازش ہے۔ داعش بھی اگر اسی روش کو اختیار کرتی ہے تو یہ

magazine.mohaddis.com

خارجیت پر مبنی رویہ ہو گا، شرعاً اور مصلحتاً بھی اس کا جواز نہیں ہے اور دنیا بھر میں وہ اپنا مقام اور وقار دونوں میں کھو دے گی۔

میڈیا میں آنے والی تازہ ترین اطلاعات کے مطابق، داعش نے سعودی عرب کی بجائے، ترکی وشام کی سرحد کی طرف، کوہ سنجار کی سمت پیش قدمی کرتے ہوئے وہاں یزیدی فرقے کو اپنا ہدف بنایا ہے۔ یہ یزیدی فرقہ، یزد یعنی خدا کے نام پر آگ کا بچاری ہے اور حیران کن طور پر دن میں پانچ وقت شیطان کی عبادت کرتا ہے، جسے خدا کے ساتھی 'ملک طاؤس' کا نام دیتا ہے۔ اسے فرقے کی عبادت کی رسومات زیادہ تر عیسائیوں اور کچھ مجوسیوں سے ملتی ہیں۔ عیسائی چرچ میں راہب کے ذریعے ان کی شادی کی رسومات منعقد ہوتی ہیں اس بنا پر انہیں عیسائی بھی کہا جاتا ہے۔ یزیدی ملعون گروہ کے افراد جونہی پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تو امریکہ نے پہلی بار عملاً اپنی فضائیہ کے ذریعے داعش پر حملے شروع کر دیے ہیں اور ان عیسائی مجوسی یزیدیوں کو بچانے کے لیے کھانے کے سامان جہازوں کے ذریعے گرائے ہیں۔ اوباما نے یہ بیان جاری کیا ہے کہ ''ہم جہادیوں کو اسلامی خلافت قائم نہیں کرنے دیں گے۔''

یہی داعش کا اصل کام ہے کہ وہ خالص گمراہی پر کاربند لوگوں یا حکومتوں کی طرف اپنا رخ کرے جو عالمی طاقتوں کے آلہ کار بن سکتے ہیں، اور اپنی قوت زیادہ سے زیادہ واضح اہداف کی طرف مرکوز کرے۔ اسلام اور اہل اسلام سے گریز کرکے، ان کو کفر کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام کے ازلی دشمنوں سے آغاز میں ہی میثاقِ مدینہ کے معاہدے کئے، صلح حدیبیہ کی پیچیدہ شرائط کو قبول کیا تاکہ نوزائیدہ اسلامی ریاست کو کچھ وقت مل سکے۔ بیت اللہ میں شرکیہ بتوں کو فتح مکہ تک گوارا کیا، جب تک لوگوں میں اس کے خلاف واضح ذہن تشکیل نہ دے لیا اور پورا کنٹرول حاصل نہ کر لیا۔ دعوتی وفود، معاہدوں، خطوط اور جہادی پیش قدمی کو درجہ بدرجہ پروان چڑھایا۔ سیرتِ نبوی سے یہ رہنمائی شرعی احکام کے ساتھ حالات کی بہترین واقفیت اور عظیم سیاسی بصیرت کی متقاضی ہے۔ داعش انہی نقوش سیرت سے رہنمائی حاصل کرکے، آہستہ آہستہ کامیابی کی طرف بڑھ سکتی ہے۔

⑥ **نظریاتی اتفاق:** یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دنیا بھر کی جہادی تحریکوں میں چند اہداف کے بارے میں واضح اتفاقِ رائے سامنے آرہا ہے۔ ایک تو مغربی تہذیب اور اس کے نعروں کے بارے میں ان کا موقف واضح تر ہوتا جارہا ہے، جن میں جمہوریت، انسانی حقوق، اقوام

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

متحدہ، دہشت گردی اور وطنیت کی مذمت سر فہرست ہیں۔ اسی طرح یہ تحریکیں چاہے مشرقِ وسطیٰ میں ہوں یا افغانستان وپاکستان میں، شیعیت کے بارے میں بھی ان کے موقف میں بھی واضح اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ وہ شیعہ کو اسلام دوست سمجھنے کی بجائے، کفریہ طاقتوں کا آلہ کار سمجھتے ہیں۔ پھر مسلم حکمرانوں اور مسلم ممالک میں جاری سرکاری نظاموں کے بارے میں بھی ان کا موقف واضح طور پر نکھر چکا ہے۔ جبکہ دوسری طرف بیسویں صدی کی معروف احیائی تحریکیں ابھی تک مغربی نعروں اور نظاموں کے بارے میں پوری طرح واضح نہیں ہوسکیں، اور وہ انہی حکومتوں اور نظاموں کے تحت غلبہ اسلام کی طرف پیش قدمی کو ممکن سمجھتی اور اسی کی جدوجہد کررہی ہیں۔ یہی وہ فکری اختلاف ہے جس کی بنا پر علامہ یوسف قرضاوی، اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی وغیرہ، داعش اور جہادی تحریکوں کے موقف کے قائل اور حامی نہیں ہیں۔ جہادی تحریکوں کے بارے میں ایک موقف سلفی علما کا بھی ہے جو کفر کے مقابلے میں ان کے دفاعی جہاد کو تو خالص جہاد سمجھتے ہیں، جیسا ماضی کا افغان جہاد یا امریکہ کے خلاف افغان یا عراق میں دفاعی جہاد اور داعش کا حالیہ جہاد، البتہ اسلامی حکومتوں کے خلاف تشدد آمیز کاروائیوں کو فتنہ انگیزی اور حکمت کے منافی قرار دیتے ہیں اور اقدامی جہاد کے لیے بھی جہادی تنظیموں کو بہت سی شرائط کا پابند کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اہل اسلام کو دین اور دنیا کے مسائل کی بصیرت عطا کرے، افتراق وانتشار اور تعصّب وتحزب کی آفت سے بچائے، شرعی اور ملی مقاصد کے لیے خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کو سمجھنے اور مل کر چلنے کی توفیق دے۔ خیر القرون میں بھی اسلام کا احیا اور اس کا غلبہ خاص انعاماتِ الٰہیہ اور ان تمام تدابیر کے بغیر نہ ہوا تھا۔ شریعت کا گہرا علم اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، عبادت وعمل کے بغیر اس میں تاثیر پیدا نہیں ہوسکتی اور حالات کی صحیح سمجھ بوجھ یعنی فقہ الواقع کے بغیر درست فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ فراستِ مؤمنانہ سے ہی ان پیچیدہ مسائل اور اہم ملی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوا جاسکتا ہے۔ اللہ اُمتِ اسلام کا حامی وناصر ہو!

[ڈاکٹر حافظ حسن مدنی]

magazine.mohaddis.com

مرتب: حافظ عمران الٰہی

روزوں کی قضا اور فدیہ کے بارے میں فتاویٰ

بیماری کی بنا پر پچیس برس قبل روزے نہیں رکھے اور نہ ہی اب تک قضا کی ہے

سوال: میرے خاوند کو پچیس برس قبل رمضان سے ایک دن قبل سانپ نے ڈس لیا اور وہ دو ماہ تک خطرناک حالت میں رہے، اور اس کے بعد والے رمضان میں بھی انہوں نے دس روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ ڈاکٹر نے اُنہیں روزے رکھنے کی اجازت دے دی۔ اس وقت مالی حالت خراب ہونے کی بنا پر میرے خاوند مسکینوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکے، اب الحمد اللہ مالی حالت اچھی ہے تو کیا صرف قضا میں روزے رکھے جائیں یا کہ مسکینوں کو کھانا بھی کھلائیں؟

اوّل: اتنی مدت تک ایک شرعی حکم کے بارے میں دریافت نہ کرنا واضح کوتاہی ہے، بلکہ آپ کے خاوند کو چاہیے کہ وہ سانپ کے ڈسنے کے فوراً بعد اس حکم کے بارہ میں دریافت کرتے، خصوصاً کہ آپ نے بتایا ہے کہ سانپ نے اسے رمضان سے ایک دن قبل ڈسا تھا۔ اس لیے آپ کے خاوند کو اس شرعی حکم کے دریافت کرنے میں کوتاہی کرنے پر توبہ و استغفار کرنی چاہیے، اور نادم ہوتے ہوئے آئندہ ایسا نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔

دوم: قرآنِ مجید اور اہل علم کے اجماع کی بنا پر بیماری ان عذروں میں شامل ہوتی ہے جن کی بنا پر روزہ چھوڑنا مباح ہو جاتا ہے۔ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ 'المغنی' میں رقمطراز ہیں:

"اہل علم کا اجماع ہے کہ مریض شخص روزہ چھوڑ سکتا ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾[1]

"جو کوئی بھی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو وہ دوسرے ایام میں گنتی پوری کری۔"

جس مرض کی بنا پر روزہ چھوڑنا مباح ہو جاتا ہے وہ ایسا شدید مرض ہے جو روزہ رکھنے کی وجہ سے اور زیادہ ہو جائے یا پھر روزہ رکھنے کی بنا پر بیماری سے شفایابی میں تاخیر ہوتی جائے۔

1 سورۃ البقرۃ:۱۸۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور اگر بیماری ایسی ہو جس سے شفایابی کی اُمید نہ ہو تو ایسے مریض کو فدیہ دینا ہو گا، اور فدیہ ایک دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ پھر علمائے کرام اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ اگر مریض تنگ دست ہو تو کیا خوشحال ہونے کے بعد اسے فدیہ دیناہو گا یا ساقط ہو جائے گا؟

اگر مرض سے شفایابی اور علاج کی اُمید ہو تو مریض شفایابی کا انتظار کرے اور شفایابی کے بعد روزوں کی قضا میں روزے رکھے اور اس پر فدیہ نہیں ہو گا، اور ایسے مریض کے لیے روزے چھوڑ کر صرف فدیہ دینا جائز نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ایسا مریض جسے بیماری سے شفایابی کی اُمید ہو، اس کے لیے فوری طور پر روزے رکھنا لازم نہیں، بلکہ اس پر قضا لازم ہو گی، یہ اس صورت میں ہے جب اسے روزہ رکھنے میں واضح مشقت ہو۔"[1]

اور ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"جس مریض کو مرض سے شفایابی کی اُمید نہ ہو، وہ روزہ نہ رکھے بلکہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے... یہ اس شخص پر محمول ہو گا جس کے لیے قضا میں روزے رکھنے کی اُمید نہ ہو، لیکن اگر اسے قضاء میں روزے رکھ سکنے کی امید ہو تو پھر اس پر فدیہ نہیں بلکہ وہ قضا کا انتظار کرے، اور جب روزہ رکھنے کی قدرت ہو تو روزہ رکھے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: "تم میں سے جو کوئی بھی مریض ہو یا مسافر تو وہ دوسرے ایام میں گنتی پوری کرے۔"

فدیہ تو اس وقت دیا جائے گا جب قضا میں روزے رکھنے کی امید نہ رہے۔"[2]

ہمیں تو یہی معلوم اور ظاہر ہوتا ہے کہ باقی علم اللہ کے پاس ہے۔ آپ کے خاوند کو جو بیماری اور مرض لاحق ہوا تھا وہ عارضی تھا اور اُس سے شفایابی کی اُمید تھی، اور اللہ تعالیٰ نے شفا نصیب کر دی، اس لیے اس پر اِن روزوں کی قضا میں روزے رکھنا واجب ہیں، جتنے روزے نہیں رکھے تھے، اُنہیں ان ایام کے بدلے مسکینوں کو کھانا دینا کافی نہیں ہو گا۔ لیکن اگر وہ قضا کے روزے رکھنے کے ساتھ بطورِ فدیہ مسکین کو کھانا بھی کھلائے تو بہتر ہے، اور پھر آپ نے بیان کیا ہے کہ اب مالی حالت بھی الحمدللہ بہتر ہے۔

---

1 المجموع: ۶/ ۲۶۱۔ ۲۶۲

2 المغنی: ۳/ ۸۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہر بارہ گھنٹے بعد دوا استعمال کرنے والے شخص کا روزہ چھوڑنا

میں نفسیاتی مریض ہوں اور ڈاکٹر نے مجھے علاج کے لیے ایک دوا دی ہے جو پانچ برس تک کھانی ہے، اور ہر بارہ گھنٹے میں ایک گولی استعمال کرنا ضروری ہے۔ براے مہربانی یہ بتائیں کہ میں کیا کروں، خصوصاً رمضان المبارک میں کیونکہ روزہ تقریباً پندرہ گھنٹے کا ہوتا ہے، اور اگر میں دوائی دیر سے کھاؤں تو بیماری حملہ آور ہو جاتی ہے؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾[1]

''اللہ کا تقویٰ اپنی استطاعت کے مطابق اختیار کرو۔''

اگر دوا میں تاخیر کرنے سے بیماری واپس آجائے تو روزہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے اگر دن لمبا ہو مثلاً پندرہ گھنٹے کا ہو تو بر وقت دوا استعمال کرنے کے لیے روزہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن بعد میں اسے روزہ کی قضا دینا ہوگی اور وہ اس طرح کہ وہ شخص دوا کھانے کے بعد کھانے پینے سے پرہیز کرے گا، اور اس دن کی قضا میں روزہ بھی رکھے گا، کیونکہ روزہ اس نے دوا کھانے کی وجہ سے چھوڑا ہے، اس لیے وہ دوا کھانے کے بعد کچھ نہیں کھائے گا، لیکن اگر دوا میں تاخیر کرنا ممکن ہو اور اس میں اس پر کوئی مشقت بھی نہ ہو تو اس کے لیے تاخیر کرنا لازم ہے، بلکہ وہ دوا رات کے وقت استعمال کرلے۔

تاہم اگر اس کے لیے دوا میں تاخیر کرنا ممکن نہیں تو پھر اس پر روزہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ ان ایام کی چھوٹے دنوں میں قضا کرے گا، یعنی سردیوں کے ایام چھوٹے ہوتے ہیں اور بارہ گھنٹوں سے بھی چھوٹے رہتے ہیں، وہ ان ایام میں روزے رکھ لے۔[2]

اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے ہوں اور تعداد معلوم نہ ہو!

سوال: میں نے ایک برس ماہواری کے ایام میں روزے نہیں رکھے اور اب تک روزے نہیں رکھ سکی، اور اس پر بہت سال بیت گئے ہیں، میں اب روزوں کے اس قرض کو ادا کرنا چاہتی ہوں، لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کتنے ایام کے روزے چھوڑے تھے، اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟

---

۱ سورۃ التغابن:۱۶

۲ فتاویٰ نور علی الدرب:۳/۱۲۲۸

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جواب: آپ کے ذمہ تین چیزیں واجب ہیں:

پہلی: اس تاخیر پر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں، اور جو سستی ہو چکی، اس پر نادم ہوں۔ آئندہ عزم کریں کہ ایسا کام نہیں کریں گی، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾[1]

''اے مؤمنو! تم سب اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرو، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔''

اور یہ تاخیر معصیت ونافرمانی ہے، اور اس سے توبہ کرنی واجب ہے۔

دوسری: اندازے کے مطابق روزے رکھنے میں جلدی کریں، اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، لہٰذا آپ کے ذہن میں جو غالب تعداد آئے، اس کے مطابق روزے رکھیں، مثلاً اگر آپ کے خیال کے مطابق دس روزے نہیں رکھے تو دس کی قضا کریں، اور اگر اس سے زیادہ یا کم کا گمان ہو تو اتنے روزے رکھ کر قضا کریں۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾[2]

''اللہ تعالیٰ کسی بھی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔''

اور ایک مقام پر فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾[3]

''اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا تقوی اختیار کرو۔''

تیسری چیز: اگر آپ میں استطاعت ہے تو ہر یوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دیں اور سارے ایام کا کھانا ایک مسکین کو بھی دیا جاسکتا ہے، اور اگر استطاعت نہیں تو پھر آپ کے ذمہ روزوں کی قضا اور توبہ کے علاوہ کچھ نہیں، اور کھانا یعنی غلّہ ہر دن کے بدلے نصف صاع دینا استطاعت والے پر واجب ہے جس کی مقدار تقریباً ڈیڑھ کلو بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔[4]

کمیونسٹ حکومت کی بنا پر نماز روزے کا علم نہیں ہوا، کیا اب قضا دی جائے؟

سوال: میں ایک بلغاری مسلمان عورت ہوں، ہم کمیونسٹ حکومت کے ماتحت زندگی بسر کرتے

۱ سورۃ النور: ۳۱

۲ سورۃ البقرۃ: ۲۸۶

۳ سورۃ التغابن: ۱۶

۴ مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ از شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ: ۱۵/ ۳۴۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

رہے ہیں، اور اسلام کے متعلق ہمیں کسی بھی چیز کا علم نہیں، بلکہ اکثر اسلامی عبادات ممنوع تھیں، بیس برس کی عمر تک تو مجھے اسلام کا کچھ علم نہ تھا، اور اس کے بعد اللہ کی شریعت پر عمل کرنا شروع کیا، میرا سوال یہ ہے: اس سے قبل میں نے جو نمازیں ادا نہیں کیں، اور روزے نہیں رکھے، کیا اس کی میرے ذمہ قضا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب: **اوّل:** سب سے پہلے تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ظالم اور فاجر کیمونسٹ حکومت سے نجات حاصل کرلی ہے، چالیس برس سے زائد مسلمانوں پر ظلم و ستم ہوتا رہا، اور ان کا دینی تشخص ختم کرنے کی کوشش کی جاتی رہی، اور اس مدت میں مساجد کو منہدم کیا گیا، اور کچھ مساجد کو عجائب گھروں میں تبدیل کر دیا گیا، اور اسلامی مدارس پر زبردستی قبضہ کرلیا گیا، اور مسلمانوں کے نام تبدیل کیے گئے، اور اسلامی تشخص کو بالکل مٹانے کی کوشش کی گئی، لیکن.. اللہ تعالیٰ تو اپنا نور مکمل کر کے رہے گا، چاہے کافر ناپسند ہی کریں۔

غرض ۱۹۸۹ء میں کیمونسٹ حکومت اپنی ظلم و زیادتی سمیت ختم ہو چکی جس سے مسلمانوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی اور وہ اپنی قدیم مساجد کی طرف پلٹے اور ان کی مرمت کرنے لگے۔ اپنے بچوں کی قرآنِ مجید کی تعلیم دینے لگے، اور مسلمان عورتیں نے پردہ و حجاب کو اختیار کرلیا۔

دوم: بلغاریہ میں مسلمانوں کی ایک نسل نے کیمونسٹ حکومت کے تحت پرورش پائی جسے اسلام کے متعلق کسی چیز کا علم ہی نہ تھا، صرف اُنہیں یہ پتہ تھا کہ وہ مسلمان ہیں، کیونکہ کیمونسٹ حکومت اسلام کی تعلیم میں حائل ہو چکی تھی، اور انہیں دینی تعلیم حاصل کرنے نہ دیتی تھی، بلکہ قرآن مجید بھی اپنے ملک داخل نہیں ہونے دیتی تھی، اور نہ ہی کوئی اسلامی کتاب لے جاسکتا تھا۔ اور یہ لوگ جنہیں اسلامی احکام اور عبادات اور فرائض کا علم نہ تھا، ان کے ذمہ ان عبادات کی قضا میں سے کچھ لازم نہیں، کیونکہ جب مسلمان کے لیے شرعی علم حاصل کرنا ممکن نہ ہو، اور نہ ہی اسے شرعی احکام پہنچے ہوں تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾[1]

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

---

1 سورۃ البقرۃ: ۲۸۶

magazine.mohaddis.com

''مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جو شخص بھی دارِ کفر میں ہو اور ایمان قبول کرنے کے بعد وہ ہجرت کرنے سے عاجز ہو تو جس سے وہ عاجز ہے، اس پر وہ واجب نہیں، بلکہ حسب امکان ہی اس پر واجب ہوتا ہے، اور اسی طرح جب اسے کسی چیز کا حکم معلوم نہ ہو، تو اگر اسے نماز فرض ہونے کا علم نہ ہو، اور کچھ مدت تک وہ نماز ادا نہ کرے، تو علما کے ظاہر قول کے مطابق اس کے ذمہ نماز کی قضا نہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظاہر کا مسلک یہی ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو میں سے ایک موقف یہ بھی ہے۔ اور اسی طرح باقی سارے فرائض اور واجبات رمضان کے روزے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ بھی۔ اور اگر اسے شراب کی حرمت کا علم نہ ہو اور وہ شراب نوشی کر لے تو مسلمان اس پر حد جاری نہ کرنے پر متفق ہیں، تاہم نمازوں کی قضا میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور اس سب کچھ کی بنیاد یہ ہے کہ حکم تو جب ثابت ہوتا ہے جب حصولِ علم ممکن ہو، اور جب کسی چیز کے وجوب اور فرضیت کا علم ہی نہ ہو تو اس کی قضا نہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ کئی ایک صحابی رمضان المبارک میں طلوعِ فجر کے بعد بھی اس وقت تک کھاتے اور پیتے رہے جب تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے واضح نہ ہوا، تو نبی کریم ﷺ نے اُنہیں قضا کا حکم نہیں دیا، اور پھر کچھ صحابی ایسے بھی تھے کہ کتنی مدت تک جنابت کی حالت میں ہی نماز ادا کرتے رہے، اور اُنہیں تیمم کر کے نماز ادا کرنے کے جواز کا علم ہی نہ تھا، مثلاً ابو ذر اور عمر بن خطاب اور عمار رضی اللہ عنہم جب جنبی ہوئے تو رسول ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی قضا کا حکم نہیں دیا۔

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مکہ اور کچھ بستیوں، دیہات وغیرہ میں وہ مسلمان بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ہی نماز ادا کرتے رہے، حتیٰ کہ اُنہیں بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا پہنچ گیا، لیکن کسی کو بھی نمازیں دوبارہ ادا کرنے کا حکم نہ دیا گیا، اور اس طرح کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

اور یہ اس اصل کے مطابق ہے جس پر جمہور سلف ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی بھی جان کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، تو شرعی حکم کا وجوب قدرت و استطاعت کے ساتھ مشروط ہے، اور سزا بھی اس وقت ہوتی ہے جب حجت قائم ہونے کے بعد مامور کو ترک کیا جائے، یا پھر کسی ممنوع کام کا ارتکاب کیا جائے۔''[1]

1 مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۹/ ۲۲۵ تا ۲۲۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور اس بنا پر جن عبادات کے وجوب کا آپ لوگوں کو علم نہیں تھا اس میں کسی کی بھی آپ کے ذمہ قضا نہیں۔ اور آپ کو ہماری یہ نصیحت ہے کہ آپ لوگ شرعی علم حاصل کریں، اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی کوشش کریں، اور اسلامی تعلیمات اور اس پر عمل پیرا ہونے کی پوری جدوجہد کریں، اور نئی نسل کی اسلامی تربیت کریں، تاکہ اپنے ذمے فرائض کو جان سکیں اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا مقابلہ کر سکیں، بالخصوص آپ کے ملک میں ہونے والی سازش کا۔ البتہ جو شخص صلاحیت اور امکان کے باوجود دین کا ضروری علم حاصل نہیں کرتا اور نہ ہی اہل علم سے دریافت کرتا ہے تو اس کی بد عملی کا وبال اُسی پر ہے۔

روزے کے فدیہ میں غلہ کی بجائے قیمت ادا کرنا جائز نہیں!

سوال: ایک بوڑھا بیماری آدمی روزہ نہیں رکھ سکتا، کیا اس کی جانب سے غلہ کی بجائے غلہ کی قیمت ادا کرنا جائز ہے؟

جواب: ہمیں یہ اصول یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی اِطعام یا طعام یعنی غلہ دینے کے الفاظ ذکر کیے ہیں تو اس میں ضروری ہے کہ وہ غلہ ہی ہو۔ اللہ نے روزوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۴ ﴾[1]

''اور اُن لوگوں پر جو اس کی طاقت نہیں رکھتے، اُن کے ذمہ ایک مسکین کا کھانا ہے، اور جو کوئی تطوع اختیار کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے، او تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے، اگر تمہیں علم ہو۔'' اور قسم کے کفارہ میں فرمانِ ربانی ہے:

﴿ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۸۹ ﴾[2]

''چنانچہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس آدمیوں کو درمیانے درجہ کا کھانا دیا جائے، جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو، یا اُنہیں لباس دیا جائے، یا ایک غلام آزاد کیا جائے، اور جو کوئی

1 سورۃ البقرۃ:۱۸۴

2 سورۃ المائدۃ:۸۹

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہ نہ پائے تو وہ تین یوم کے روزے رکھے، جب تم قسم اُٹھاؤ تو تمہاری قسموں کا کفارہ یہی ہے، اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔"

اور فطرانہ کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ہر شخص پر ایک صاع غلہ مقرر کیا ہے۔ چنانچہ جن نصوص میں غلہ یا کھانا بیان ہوا ہے وہاں اس کی جگہ قیمت کی ادائیگی کافی نہیں ہوگی۔ اس بنا پر بوڑھا شخص جس کے ذمہ روزہ رکھنے کے بدلے غلہ اور کھانا کھلانا ہے، اس کے بدلے میں غلہ یا کھانا کی قیمت ادا کرنا کفایت نہیں کرے گا، چاہے وہ دس بار بھی قیمت ادا کر دے، پھر بھی ادائیگی نہ ہوگی، اس لیے کہ اس نے نص کے حکم سے انحراف کیا ہے۔

اسی طرح فطرانہ بھی اگر قیمت کی صورت میں ادا کیا جائے تو چاہے دس بار قیمت ادا کی جائے تو گندم وغیرہ کے صاع کی ادائیگی نہ ہوگی، کیونکہ نص میں قیمت بیان نہیں ہوئی۔

اور پھر نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"جس نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ کام مردود ہے۔"

اس بنا پر ہم بڑھاپے کی بنا پر روزہ رکھنے کی استطاعت نہ رکھنے والے بھائی سے گزارش کریں گے کہ وہ ہر یوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور اس میں آپ کے لیے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: یہ کھانا آپ اُن کے گھروں میں جاکر تقسیم کر دیں، اور ہر ایک شخص کو ایک صاع کا چوتھا حصہ اور اس کے ساتھ سالن کے لیے بھی کوئی چیز دیں۔

دوسرا طریقہ: آپ خود کھانا تیار کروائیں اور مسکینوں کو دعوت دے کر اُنہیں کھانا کھلا دیں، یعنی جب دس روز گزر جائیں تو آپ اُن کے لیے رات کا کھانا تیار کریں اور دس فقرا اور مسکین افراد کو بلا کر اُنہیں کھانا کھلا دیں۔

اور اسی طرح دوسرے باقی دس دس یوم کے بھی دو بار کھلائیں، انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی جب بوڑھے ہوگئے اور روزہ نہ رکھ سکتے تھے تو وہ بھی رمضان المبارک کے آخری روز تیس مسکینوں کو بلا کر اُنہیں کھانا کھلاتے تھے۔[1]

1 مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۱۹/ ۱۱۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محترمہ صدف صادق

جمالِ نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا شوق و وارفتگی

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جو ربّ ِ کائنات ہے، جس نے ارض و سما کی تخلیق کے بعد اس کی تدبیر کی، جو ہر ایک کو رزق دینے والا ہے، جس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، جس نے ہماری راہنمائی کے لیے پیغمبر بھیجے اور سب سے آخر میں نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرما کر ہمیں ان کا اُمّتی بنایا۔ آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ اُن ہی کے سانچے میں ہم نے اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ تمام مخلوق سے زیادہ محبت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، صحیحین میں آپ ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے:

«لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[1]

کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنی اولاد، والدین اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔''

- کیونکہ آپ کی ذات ہی وہ مبارک ہستی ہے جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔
- آپ وہ رسول محترم ہیں جن کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔
- جن کی عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں اُٹھائی ہے۔
- جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔
- جن کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں
- اور جن کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔
- جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور جن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

① امام بخاری سیدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا:

1 صحیح بخاری: ۱۵

magazine.mohaddis.com

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یقیناً آپ مجھے میری جان کے سوا دنیا جہاں سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

وَاللهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ: «الآنَ يَا عُمَرُ»

اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب بات بنی ہے۔''[1]

(۲) کسی بھی شخصیت کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس کی شکل وصورت اور وجاہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہی کہہ دیا تھا:

"أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ"[2]

''بلاشبہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا۔''

(۳) سیدنا ابو رِمثہ تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے شگفتہ چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ گیا اور اپنے بیٹے سے کہنے لگا:

"هذا والله رسول الله"[3] ''واللہ! یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔''

آج ہمارے سامنے آپ ﷺ کی کوئی حقیقی تصویر تو موجود نہیں۔ خود آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو تصویر کے فتنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے، البتہ آپ کے حسن وجمال کی جھلک دیکھنے والوں نے آپ کے رخِ انور، حسن وجمال، قدو قامت، بے مثال خدو خال اور باوقار و پرکشش شخصیت کا نقشہ اپنے الفاظ میں کھینچ دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ سے کس قدر محبت تھی۔ کس کس زاویے سے انھوں نے آپ کو دیکھا، جانچا اور کن کن الفاظ سے آپ کی شخصیت کا احاطہ کیا، اُس سے ان کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۴) آپ ﷺ کا حلیہ مبارک صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہی نہیں بلکہ ایک صحابیہ اُمّ معبد نے

---

۱ صحیح بخاری: ۶۶۳۲

۲ سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۴

۳ مسند احمد: ۲/۲۲۸

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بڑے زبردست طریقے سے بیان کیا ہے۔ ہجرت کے سفر میں دوسرے دن آپ کا گزر اُمّ معبد کے خیمے سے ہوا، یہ مکہ سے ۱۳۰ کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ تو اس نے میزبانی سے معذرت کی اور بتایا: بکریاں دور دراز گئی ہوئی ہیں، ایک بکری ہے جو بہت ہی کمزور اور لاغر سی ہے جس میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے اجازت لے کر اس بکری کا دودھ دھویا اور اس بکری نے اتنا دودھ دیا کہ بڑا سا برتن بھر گیا۔ آپ ﷺ نے امّ معبد کو بھی پلایا۔ اپنے ساتھی کو بھی پلایا، پھر خود پیا اور دوبارہ دھو کر برتن بھر دیا اور روانہ ہوگئے۔ آپ ﷺ کے جانے کے بعد ام معبد کا شوہر گھر پر آیا۔ اُس نے دودھ دیکھا تو اسے تعجب ہوا۔ پوچھا! یہ کہاں سے آیا؟ تو اُم معبد نے پوری بات بتلادی۔[1]

اور آپ ﷺ کا سر تا پا وجود، گفتگو اور احوال کو بہت تفصیل سے بیان کیا۔ اس پر ابو معبد بول اٹھا: واللہ! یہ تو صاحبِ قریش ہے۔ میرا ارادہ ہے آپ کا ساتھ اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ضرور ایسا کروں گا۔

غور کریں کہ ابو معبد کو صرف آپ کا حلیہ مبارک جان کر ملاقات اور رفاقت کا شوق پیدا ہوگیا۔ حلیہ کے ساتھ آپ کا اخلاق اور کردار بھی تھا.... اُمّ معبد نے کیا کہا تھا؟

"پاکیزہ روح، کشادہ چہرہ، صاحبِ جمال، نہ نحیف ولاغر، نہ توند نکلی ہوئی، آنکھیں سیاہ اور فراخ، یعنی بڑی آنکھیں، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، باریک پیوستہ ابرو، جب خاموش ہوتے تو وقار بلند ہو جاتا، بات کرتے تو بات واضح ہو جاتی، دور سے دیکھنے میں سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت، بارونق، قریب سے شیریں اور کمال حسین، شریں کلام، فیصلہ کن بات، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد و قامت، نہ لمبوترا نہ پست قد، دو شاخوں کے درمیان ترو تازہ شاخ کی مانند، اس کے ساتھی اس پر بچھے جاتے تھے، جب وہ کچھ کہتے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے لپک پڑتے ہیں۔ نہ کوتاہ سخن نہ ترش رو، نہ فضول گو۔"[2]

---

۱ المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸/۴

۲ المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸/۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

امِّ معبد کے کھینچے گئے نقشے میں آپ کا خُلق اور خَلق دونوں شامل ہیں۔ خَلق Features، سے مراد شخصیت کی پیدائشی خوبیاں اور خُلق سے آپ کی عادات اور اخلاق مراد ہیں۔

⑤ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں ایک دفعہ آپ ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے چاندنی رات میں دیکھ رہا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا، کبھی آپ کے چہرۂ انور پر نظر کرتا: «فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ»[1] بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔

⑥ کعب بن مالک کا بیان ہے کہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے جب میری توبہ قبول ہوئی تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک مارے خوشی کے دمک رہا تھا: «إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ، كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ»[2] اور آپ ﷺ جب خوش ہوئے تو آپ کا چہرہ ایسے دمکتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے۔

⑦ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ «كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ»[3] نبی ﷺ نہ دراز قد تھے، نہ پست قامت، بلکہ آپ کا قد درمیانہ تھا۔

⑧ آپ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح خالص سفید اور نہ گندمی کہ سانولے نظر آتے۔ بلکہ آپ چمک دار تھے اور آپ کے بال نہ زیادہ پیچ دار اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ ہلکا سا خم لیے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ پر وحی کا آغاز چالیس برس میں ہوا، پھر اس کے بعد آپ ﷺ دس سال مکہ میں رہے، پھر تیرہ سال مدینہ قیام فرمایا، وفات کے وقت سر اور داڑھی میں بمشکل بیس بال سفید تھے۔[4]

⑨ سیدنا ابو جحیفہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا رنگ سفید تھا۔ سر مبارک کے کچھ بال سفید تھے، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شکل و شباہت میں آپ سے کافی ملتے جلتے تھے۔[5]

⑩ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص

---

١ سنن ترمذی: ٢٨١١
٢ صحیح مسلم: ٢٧٦٩
٣ صحیح بخاری: ٣٥٤٧
٤ صحیح بخاری: ٣٥٤٨
٥ صحیح بخاری: ٣٥٤٨

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج کی روشنی آپ کے رخِ انور سے جھلک رہی تھی۔ آپ ﷺ اس قدر تیز رفتار چلتے گویا زمین آپکے لیے لپٹی جارہی ہو۔ ہم تو چلتے چلتے مارے تھکن کے چور ہو جاتے لیکن آپ تھکاوٹ سے بے نیاز، اپنا سفر جاری رکھتے۔[1]

⑪ سیدنا محرش کعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عمرہ کرنے کے لیے مقامِ جعرانہ سے رات کے وقت احرام باندھا: «فَنَظَرْتُ إِلَى ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيكَةُ فِضَّةٍ»[2] میں نے آپ کی کمر دیکھی جو رنگت میں سفید گویا کہ چاندنی سے ڈھلی ہوئی تھی۔

⑫ نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا ابوطالب آپ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے ایک شعر کہتے ہیں:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ[3]

"وہ گورے چہرے والا جس کے روئے زیبا کے ذریعے ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست ہے۔"

⑬ سیدنا ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی عالی شان اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبے والے تھے۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگاتا تھا۔[4]

⑭ سیدنا علی کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی بڑی بڑی سرخی مائل آنکھیں، پلکیں دراز اور ڈاڑھی گھنی تھی۔[5]

⑮ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔[6]

⑯ امّ معبد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی آنکھیں انتہائی سیاہ اور کشادہ تھیں۔[7]

⑰ سیدنا علیؓ اور سیدنا ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ آپ کی بھنویں اور پلکیں لمبی تھیں۔[8]

---

1 صحیح ابن حبان:۵/۴۷
2 مسند احمد:۳/۴۲۶
3 صحیح بخاری:۱۰۰۸
4 المعجم الکبیر للطبرانی:۲۲/۱۵۵
5 مسند احمد:۱/۸۹
6 دلائل النبوۃ:۱/۲۷۵
7 المعجم الکبیر للطبرانی:۴/۴۸
8 الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱/۴۱۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

⑱ سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا دہن مبارک بہت حسین اور خوبصورت تھا۔[1]

⑲ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پہلے پہلے جب مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق معلوم ہوا تو میں چچاؤں کے پاس مکہ مکرمہ آیا، اہل خانہ نے مجھے سیدنا عباس بن عبد المطلب کی طرف بھیجا۔ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ بئر زم زم پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ بابِ صفا سے ایک صاحب نمودار ہوئے جن کا رنگ گورا سرخی مائل، قدرے خمیدہ بال، جو کانوں کی لوؤں تک بڑھے ہوئے، ناک بلند آگے سے ذرا جھکی ہوئی، اَولوں کی طرح سفید اور آبدار دانت، گہری آنکھیں اور گھنی ڈاڑھی تھی۔[2]

⑳ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حلیہ کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بے حد روشن جبین تھے۔ جب رات کی تاریکی یا صبح کی روشنی پھوٹنے کے وقت آتے (یا لوگوں کے مجمع میں رونما ہوتے) تو سیاہ بالوں کے درمیان بالخصوص آپ ﷺ کی تابناک اور کشادہ پیشانی روشن چراغ کی طرح جگمگا اُٹھتی تھی۔[3] مزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اتنی روشن اور تابندہ تھی گویا اس سے سورج کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔[4]

㉑ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کی گردن لمبی، پتلی اور چمک دار تھی گویا کہ چاندی کی صراحی ہو۔[5]

㉒ سیدنا ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی گردن چاندی کی طرح سفید خوبصورت تھی گویا کسی مورتی کی گردن تھی۔[6]

㉓ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی

---

١ دلائل النبوۃ:١/٣١٧
٢ حلیۃ الاولیا:١/١٧٢
٣ سبل الہدیٰ والرشاد، للصالحی:٢/٢١؛ السیرۃ النبویہ لابن عساکر: ٣/ ٢٠٢
٤ صحیح ابن حبان:٩/٧٤
٥ طبقات ابن سعد:٣/٣١٠
٦ المعجم الکبیر:٢٢/١٥٥

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس باب میں سیدہ عائشہؓ کی روایت بیان کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ کی مرض الموت والی نماز کا ذکر کیا ہے اور اس میں واضح الفاظ ہیں کہ

وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ[1]

"سیدنا ابو بکر نبی کریم ﷺ کی امامت میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، اور لوگ سیدنا ابو بکر کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، جبکہ نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔"

امام نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک کی ایک روایت کے مطابق "جو شخص کھڑا ہونے پر قادر ہو، اس کی نماز بیٹھنے والے امام کے پیچھے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔"[2]

⑥ امام خطابی بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے والی احادیث کو منسوخ تصور کرتے ہیں:

وفي اقامة رسول الله ﷺ ابابكرعن يمينه وهو مقام المأموم وفي تكبيره بالناس وتكبيره أبي بكر بتكبيره بيان واضح أن الإمام في هذه الصلوة رسول الله ﷺ وقد صلى قاعدا والناس من خلفه قيام وهي آخر صلوة صلاها بالناس الخ[3]

"نبی کریم ﷺ کا سیدنا ابو بکر کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرنا جو مقتدی کا مقام ہے، اور سیدنا ابو بکر کا آپ کی تکبیرات پر تکبیرات کہنا ایک واضح امر ہے۔ اس نماز میں امام نبی کریم ﷺ تھے اور آپ نے یہ نماز بیٹھ کر پڑھی تھی، جبکہ سیدنا ابو بکر اور باقی لوگوں نے کھڑے ہو کر پڑھی تھی، اور یہ نبی کریم ﷺ کی آخری نماز تھی۔"

⑦ علامہ محمود بن احمد عینی نے بھی قاعد امام کی امامت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والے حکم کو منسوخ کہا ہے اور دلائل دیتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

"اس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز اس پر

---

١ ایضاً، ح: ۹۳۶، ص: ۴۴۷

٢ شرح مسلم للنووی: ۲/ ۱۵۸۹

٣ عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۱/ ۲۳۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پہلے فرض نہ ہو تو امام کی نماز میں داخل ہونے سے وہ چیز اس پر فرض ہو جاتی ہے جیسے مسافر مثلاً مقیم امام کی اقتدا میں ظہر کی نماز پڑھے تو پہلے اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض نہیں تھی مگر اب مقیم امام کی اقتدا کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعت پڑھنا فرض ہو گئی۔ اس طرح جو چیز اس پر پہلے فرض تھی اب امام کی اقتدا سے وہ فرض اس سے ساقط نہیں ہو گا مثلاً مقیم نے مسافر امام کی اقتدا میں ظہر کی نماز پڑھی تو پہلے اس پر چار رکعت نماز فرض تھی اور مسافر امام نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدی سے دو رکعت پڑھنے کی فرضیت ساقط نہیں ہو گی، اسی طرح جب صحت مند شخص بیمار کی اقتدا میں نماز پڑھے گا تو امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صحت مند شخص سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہو گی۔"[1]

بعض اعتراضات اور ان کی وضاحت

اعتراض نمبر ۱: نماز کے احوال میں امام کی متابعت ضروری ہے اور اگر امام نماز بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی بھی نماز بیٹھ کر پڑھیں؟

وضاحت: یہ درست ہے کہ نماز کے تمام احوال میں امام کی متابعت ضروری ہے، البتہ کسی شرعی دلیل کی بنا پر امام کی مخالفت ہو سکتی ہے جیسے امام قیام کھڑے ہونے کی صورت میں کرتا ہے لیکن کوئی مقتدی امام کے پیچھے کسی عذر کی بنا پر اس کی اقتدا میں بیٹھ کر 'قیام' کر سکتا ہے اور اسی طرح رکوع و سجود بھی اشاروں سے کر سکتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا انسؓ اور سیدہ عائشہؓ کی روایات ۵ ھ کی ہیں جبکہ سیدہ عائشہؓ کی نبی مکرم ﷺ کی مرض الموت والی روایت ۱۱ھ کی ہے جو نبی مکرم ﷺ کی آخری نماز ہے جس میں سیدنا ابوبکرؓ اور دیگر مقتدی صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے بیٹھنے کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی کہ یہاں شرعی دلیل (نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کی امامت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور آپ ﷺ کا ان کو اعادہ کرنے کا حکم نہ دینا) ہے لہٰذا یہاں متابعت ضروری نہ تھی کیونکہ امام کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں

---

۱ نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار: ۲/۱۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جیسا کہ پیچھے عمران بن حصین کی بواسیر کے مرض والی روایت گزر چکی ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ تیمم کرنے والے کی امامت میں متوضی نماز پڑھ سکتا ہے تو یہاں متابعت نہیں ہوئی، اس لئے امام نے پانی دستیاب نہ ہونے کی بنا پر یا کسی اور عذر کی بنا پر تیمم کیا تھا جبکہ مقتدی بغیر کسی عذر کے کس طرح تیمم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جرابوں /عمامہ پر مسح کرنے والے امام کی اقتدا میں پاؤں دھونے والے اور ننگے سر کا مسح کرنے والے مقتدی نماز کی ہو جاتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور سیدنا ابوہریرہؓ کی روایت منسوخ اور سیدہ عائشہؓ کی روایت ناسخ ہے۔

اعتراض نمبر ۲: بیٹھ کر نماز پڑھانا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی کو بیٹھ کو نماز پڑھانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: «لَا يَؤُمَّنَّ بعدي جالسا»

وضاحت: نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہونے کے لئے شرعی دلیل ضروری ہے جبکہ یہاں کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد «لَا يَؤُمَّنَّ بعدي جالسا» ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر دلیل نہیں بن سکتی، اس روایت میں جابر جعفی راوی کذاب ہے۔[1] نیز ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ روایت مرسل بھی ہے اور مرسل تابعی حجت نہیں ہے۔[2] اس روایت کے متعلق ابن بزیزہ لکھتے ہیں:

"لو صحّ لم يكن فيه حجة لأنه يحتمل أن يكون المراد وضع الصلوة بالجالس أي يعرب قوله جالسا مفعولا لأجله" [3]

”اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو حجت نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال رکھتی ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ بیٹھنے کی وجہ نماز کو ترک کر دینا...“

اعتراض نمبر ۳: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آخری نماز جس میں آپؐ جماعت کے دوران ملے تھے، اس میں آپ ﷺ امام نہیں تھے بلکہ سیدنا ابو بکرؓ نے امامت کا فریضہ

---

۱ فتح الباری : ۲/ ۲۲۷

۲ ابن حجر عسقلانی، فتح نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفقہ، ص:۶۳-۶۴، وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان، ۱۹۸۷ء

۳ فتح الباری :۲/ ۲۲۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سر انجام دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مسروق نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی امامت میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔[1]

وضاحت: یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ امام نبی اکرم ﷺ ہی تھے، نہ کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ چنانچہ سیدہ عائشہؓ کی روایت میں یہ وضاحت ہے کہ

فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي قَاعِدًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ[2]

اس طرح نبی اکرم ﷺ کے امام ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وہاں سے قرات شروع کی جہاں حضرت ابو بکرؓ نے چھوڑی تھی۔ اور اس لئے بھی یہ بات درست نہیں ہے کہ قرآن مجید میں خالق کائنات نے نبی اکرم ﷺ سے آگے بڑھنے کو منع کر دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ﴾[3]

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بار حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور ایک بار حضرت ابو بکرؓ کی امامت میں نمازیں ادا کی تھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی امامت میں اس لئے نمازیں پڑھی تھیں کہ جب نبی اکرم ﷺ ان نمازوں کو ملے تو ایک رکعت ادا کی جا چکی تھی لیکن اس آخری نماز میں ابھی پہلی رکعت کے قیام پر ہی تھے کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور جماعت کروائی۔[4]

اعتراض نمبر ۴: چار صحابہ کرامؓ: حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت قیس بن فہدؓ کا فتویٰ اور ان کا عمل قاعد امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے عمل کی مخالفت کرتے؟

---

۱ فتح الباری
۲ صحیح بخاری: ۷۱۳
۳ سورۃ الحجرات: ۱
۴ صحیح مسلم: ۱۰۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وضاحت: یہ اعتراض اس لئے اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے عمل اور ان کی موجودگی میں تمام موجود صحابہ کرامؓ کا عمل ان چاروں صحابہؓ کے خلاف ہے، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکرؓ سمیت تمام مقتدی صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی (حوالہ مذکورہ) اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ صحابہ کرام ﷺ کا عمل اس وقت حجت ہوتا ہے جب قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ سے کوئی مسئلہ ثابت نہ ہو، قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ .... ﴾[1]

لہٰذا صحابہ کرامؓ کے عمل و فتویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام ابن حبان کا اس مسئلہ پر اجماعِ صحابہؓ کا دعویٰ باطل ہے، ویسے بھی حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ کی روایت (جس میں آپ ﷺ کی مرض الموت کی آخری نماز کا ذکر ہے) سن کر نبی اکرم ﷺ کے بیٹھے ہونے اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے متعلق کوئی انکار نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ اس حدیث کو ناسخ سمجھتے تھے تو اجماعِ صحابہؓ کیسے ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۵: امام احمد ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دینے کی کوشش اس لئے قابل تسلیم نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھانے اور صحابہؓ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دینا ۵ھ کا واقعہ ہے جبکہ آپ ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا اور صحابہ کرامؓ کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ۱۱ھ کا واقعہ اور آپ ﷺ کی آخری نماز کا واقعہ ہے اور یہ کہ کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے والے کی بیٹھ کر نماز نہ ہونے پر نبی اکرم ﷺ کا درج ذیل فرمان موجود ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ[2]

لہٰذا یہ تمام اعتراضات مسترد ہیں اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت منسوخ اور سیدہ عائشہؓ کی روایت ناسخ ہے۔

---

۱ سورۃ النساء: ۵۹

۲ صحیح بخاری: ۱۱۱۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

قسط سوم (آخری)

حلالۂ ملعونہ مروّجہ کا قرآن سے جواز؟

پس نوشت

مضمون کی تکمیل کے بعد چند مزید چیزیں اور نظر سے گزریں یا علم میں آئیں، مناسب معلوم ہوتا ہے وہ بھی نذرِ قارئین کر دی جائیں۔ ان میں سے ایک خود مولانا تقی عثمانی صاحب کا فرمودہ ہے کہ حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جب کہ حلالۂ ملعونہ کے جواز کی ساری بنیاد ہی حیلے پر ہے، تعجب ہے کہ محولہ فتوے کے باوجود موصوف حلالۂ ملعونہ کو حیلوں اور باطل تاویلوں سے حلال کر کے دین کو کیوں بازیچۂ اطفال بنا رہے ہیں؟

دوسرا، ایک مضمون جو 'معارف' اعظم گڈھ (بھارت) میں آج سے چند سال قبل شائع ہوا تھا، ہمارے ایک فاضل دوست وحید احمد صاحب نے لا کر دکھایا جو پاک وہند سے شائع ہونے والے دینی وعلمی لٹریچر کے مطالعے کے بڑے شوقین ہیں اور کاروباری ہونے کے باوجود بہت اچھا علمی ذوق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں حنفی (دیوبندی) ہونے کے باوجود اپنے حنفی علما کے تقلیدی جمود پر سخت شاکی ہیں۔ جب راقم نے ان سے 'تفویض طلاق' اور 'حلالے' والے مضمون کا ذکر کیا تو اُنھوں نے 'معارف' کے دو شمارے اپنی لائبریری سے لا کر مجھے دیے جن میں سے ایک میں تفویض طلاق پر مضمون تھا اور دوسرے میں حلالہ مروّجہ ملعونہ پر۔

راقم کو یہ دونوں مضامین دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ تفویض طلاق کے بارے میں راقم نے جو کچھ لکھا ہے، وہی موقف 'معارف' میں چند سال قبل شائع شدہ مضمون میں اختیار کیا گیا ہے کہ یہ سراسر ناجائز ہے۔ اور تعجب اس پر ہوا کہ فاضل مضمون نگار جامعہ کراچی میں فقہ واسلامیات کے اُستاذ ہیں اور حنفی (بریلوی) مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اللہ نے موصوف کو مذکورہ دونوں مسئلوں میں تقلیدی جمود سے نکل کر قرآن وحدیث میں بیان کردہ موقف کو اختیار کرنے کی توفیق سے نوازا۔ كَثَّرَ الله أَمْثَالَهُمْ فِينَا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بہر حال اب یہ سب چیزیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔ پہلے مولانا تقی عثمانی صاحب بالقابہ کا فتوی، اور پھر 'معارف' والا مضمون، اور بعد میں دیگر آراء...

۱۔ حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، مولانا تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ

مولانا تقی عثمانی صاحب حیلہ 'تملیک زکاۃ' کے بارے میں فرماتے ہیں: (یاد رہے یہ حیلہ بھی احناف ہی میں رائج ہے اور انہی کے علما کا تجویز کردہ ہے)

> "اور یہ جو تملیک کا حیلہ عام طور پر کیا جاتا ہے کہ کسی غریب کو زکاۃ دے دی اور اس سے کہا کہ تم فلاں کام پر خرچ کردو، وہ غریب بھی جانتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کھیل ہو رہا ہے اور حقیقت میں مجھے اس زکاۃ کی رقم میں سے ایک پیسے کا بھی اختیار نہیں ہے تو یہ محض ایک حیلہ ہے اور اس کی وجہ سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔"[1]

اس واضح فتوی کے باوجود کسی حنفی کے اندر یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ مولانا موصوف سے یہ پوچھ سکے کہ جب مسئلۂ زکاۃ میں حیلے سے حکم میں تبدیلی نہیں آتی تو نکاح جیسے مسئلے میں، جو اس سے کہیں زیادہ اہم ہے، حیلے سے نکاحِ حرام، نکاحِ حلال میں کس طرح تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور زناکاری سے مطلقہ عورت زوجِ اوّل کے لیے کس طرح حلال ہو جاتی ہے؟

اور اب ملاحظہ فرمائیں 'معارف' میں شائع شدہ مضمون۔ اس کا عنوان بھی فاضل مقالہ نگار، ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج صاحب استاذ الفقہ والتفسیر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، ہی کا تجویز کردہ ہے۔ (حال ہی میں فاضل مقالہ نگار کو کراچی میں دہشت گردی کا شکار کر دیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون)

۲۔ حلالۂ مروّجہ اور قرآنی حلالہ کے درمیان فرق (از حافظ محمد شکیل اوج)

عارضی نکاح کو 'حلالہ' کہتے ہیں بشرطے کہ طلاق کو نکاح کی شرط نہ بنایا جائے، تاہم بہ وقت نکاح طلاق کا قصد وارادہ ہو تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا، اس نکاح میں اوّل الذکر شکل کو ناجائز

۱ فقہی مقالات: ۳/ ۱۶۵، طبع کراچی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور گناہ جب کہ مؤخر الذکر صورت کو جائز و روا قرار دیا جاتا ہے۔ شرط و قصد کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے، مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ قرآن مجید نے ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾[1] کے الفاظ میں جس نکاح کی بات کی ہے، وہ کون سا نکاح ہے مروّجہ حلالہ یا تحلیل شرعی؟

ہم سمجھتے ہیں کہ فقہی حلالہ قرآنی حلالہ سے بالکل الگ اور مختلف چیز ہے مگر افسوس کہ ہمارے غیر تحقیقی رویے اور قرآن سے ہمارے عدمِ تعلق اور عدمِ غور و فکر کے باعث قرآنی حلالہ، فقہی حلالہ میں گم ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون میں اسی متاعِ گم شدہ کی تلاش و جستجو ہمارا مقصد ہے، اس سلسلے میں ہمیں چند باتوں پر غور کرنا ہو گا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی رو سے نکاح کبھی عارضی نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ دائمی ہوتا ہے، اسی لئے تو 'طلاق' کا قانون بنایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی ناقابل اصلاح نقص پیدا ہو گیا تو اسے طلاق کے ذریعے ختم کیا جا سکے لیکن اگر شرطِ طلاق یا پھر قصدِ طلاق کے ساتھ نکاح منعقد ہو تو بتایا جائے کہ اپنے انجام کے اعتبار سے دونوں میں کیا جوہری فرق رہ جاتا ہے؟ مگر حیرت ہے کہ ہمارے فقہا نے قصدِ طلاق کے ساتھ ایسے نکاح کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اسے باعثِ اجر و ثواب بھی گردانا ہے۔[2]

لیکن ہمارے نزدیک کسی نکاح میں اگر 'اِحصان' کا معنی نہ پایا جائے تو اسے ازروے قرآن نکاح کہنا محل نظر ہو گا، احصان 'حصن' سے بنا ہے اور حصن قلعہ کو کہتے ہیں، یعنی ایسی جگہ جو لوگوں کے لئے حفاظت کا کام انجام دے۔ شادی شدہ مرد کو محصن اور شادی عورت کو محصنہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نکاح کے ذریعے وہ ایک دوسرے کو حفاظتِ نفس فراہم کرتے ہیں۔ گویا دونوں ایک قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں، مرد بہ ذریعۂ نکاح عورت کو اپنے حصن (حفاظت

---

۱ سورۃ البقرۃ: ۲۳۰

۲ درمختار: ۱/۲۴۱، باب الرجعۃ، مطبع مجتبائی دہلی، بحوالہ فتاوی رضویہ، جلد: ۱۲/ ۴۰۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر ۸، پاکستان

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وحمایت) میں لیتا ہے، اس طرح عورت کی عفت وعصمت محفوظ ہو جاتی ہے اور خود مرد کی بے قابو جنسی خواہش کو بھی لگام لگ جاتی ہے، یوں وہ خود بھی نکاح کے حصار میں محفوظ ہو جاتا ہے، قرآن نے مرد کو محصن اور عورت کو محصنہ کہہ کر دراصل اسی حقیقت کی تذکیر کی ہے۔

مُحصنین کے لفظ کے ساتھ ﴿غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ کے الفاظ اس لئے استعمال ہوئے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ شارع نے اپنے ماننے والوں کے لئے اِحصان سے ہٹ کر کھلے بندوں یا چوری چھپے ہر دو طریق سے قائم جنسی تعلقات پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ آپ قرآن مجید کے ان الفاظ کو پیش نظر رکھیے: ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ اور غور وخوض کے بعد انصافاً کہیے کہ کیا مروّجہ حلالہ، محصنین کی تعریف میں آتا ہے؟ یعنی کیا یہ حلالہ مرد کو عورت کی عزت وآبرو کا محافظ وامین بناتا ہے؟ یا اس کے برعکس عورت کی عزت وناموس کو لوٹنے والا، جس کی مدت عام طور پر دو ایک راتوں پر مشتمل ہوتی ہے؟

دوسرے یہ کہ نکاح میں مرد عورت کی باہمی رضامندی بنیادی عامل کا کردار ادا کرتی ہے اور اس رضامندی کی اہمیت بلکہ ضرورت کا کوئی منکر نہیں ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا حلالہ میں بھی فریقین کی آزادانہ مرضی کا کوئی عمل دخل ہوتا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ حلالہ کرتے وقت استقرارِ حمل کی صورت میں آئندہ کے لائحۂ عمل کا کوئی شرعی منصوبہ مرد یا عورت کے ذہن میں ہوتا ہے؟ اور نکاحِ حلالہ کے دوران اگر کوئی فریق فوت ہو جائے تو کیا حقوقِ وراثت پیدا ہونے کا مسئلہ بھی کسی فریق کے ذہن میں ہوتا ہے؟ آپ کو ان سوالوں کا جواب شاید اثبات میں نہ ملے، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حلالہ خالصتاً عارضی ہوتا ہے جو ہنگامی صورتِ حال میں وجود پذیر ہوتا ہے اور یہ کہ حلالہ کی 'دائمی نکاح' کی طرح کوئی بنیاد نہیں ہوتی گویا یہ وہ بیج ہے جو درخت پیدا کرنے کے لئے نہیں بویا جاتا۔

چوتھے یہ کہ مرد وعورت جب رشتۂ ازدواج میں بندھ رہے ہوتے ہیں تو فریقین کے متعلقین ایک دوسرے کی معاشی، اخلاقی اور مذہبی حالات کی جانچ پڑتال اور چھان پھٹک میں مصروف ہو جاتے ہیں، پھر لمبی چوڑی تحقیق وتفتیش کے بعد نکاح کا مقدس رشتہ وجود میں آتا ہے، کیا حلالہ بھی اپنے پس منظر میں کسی ایسی ہی انکوائری کا طلب گار ہوتا ہے؟ اپنے ضمیر کی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عدالت سے پوچھیے، اگر وہ حلالہ کو قرآن کا مطلوب نکاح قرار دے تو بے شک اسے اختیار کرلیجیے، وگرنہ خدارا اس غیر شرعی اور غیر قرآنی عمل کو تحلیل شرعی کا نام نہ دیجیے۔

﴿مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ وَلَا مُتَّخِذِىۡۤ اَخۡدَانٍ﴾[1] سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن نے نکاح کو جہاں 'احصان' سے تعبیر کیا ہے، وہیں ان لفظوں سے نکاح کے مفہوم کا کامل احاطہ بھی کرلیا ہے، یعنی نکاح ایسا ہو کہ جو مُسافحت (شہوت رانی) کا غیر ہو اور مُسافحت کا غیر وہی ہو سکتا ہے جس میں احصان کا قصد ہو اور جو نکاح قصدِ احصان سے خالی ہو، وہ مسافحت کا غیر نہیں بلکہ اس کا عین ہے۔ جو لوگ نکاح کی غرض وغایت، فقط جنسی ملاپ کو قرار دیتے ہیں، اُنہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔ سچ کہیے، کیا مروّجہ حلالہ مرد وعورت کے درمیان فقط شہوت رانی اور جنسی تعلقات سے عبارت نہیں ہے؟ اور کیا ایسے نکاح میں دورانِ حلالہ علی الاعلان اور طلاق کے بعد چوری چھپے جنسی رابطے کا امکان نہیں ہے؟... کوئی ہے جو اس پر غور کرے؟

اس لئے کہ جنسی بے راہ روی صرف مرد میں نہیں ہوتی، عورت میں بھی ہوتی ہے۔ حلالہ کی صورت میں اگر ایک بار ہی سہی، کسی عورت نے اپنے مُحلّل کا ذائقہ چکھ لیا اور اسے مزہ آگیا تو کیا طلاق کے بعد وہ دوبارہ اسی محلل سے جنسی رابطہ بحال رکھنے کی خواہش مند نہیں ہو سکتی؟ کیوں کہ جس طرح ﴿مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ وَلَا مُتَّخِذِىۡۤ اَخۡدَانٍ﴾ کے الفاظ مرد کے تعلق سے آئے ہیں، اسی طرح ﴿مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ﴾[1] کے الفاظ عورت کے تعلق سے بھی آئے ہیں، مطلب یہ کہ عورتیں بھی محصنہ بننے کے لیے قیدِ نکاح میں آئیں، کھلے بندوں شہوت رانیاں اور خفیہ آشنائیاں کرنے والی نہ بنیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حلالہ جہاں ایک طرف کھلے بندوں اور علی الاعلان (بہ صورت نکاح) شہوت رانی کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہیں چوری چھپے (بہ صورت طلاق) جنسی ملاپ کی سبیل بھی پیدا کر دیتا ہے۔

ہمارے نزدیک اس قرآنی فقرہ میں معانی کا ایک جہاں سمٹا ہوا ہے۔ اس فقرہ میں نکاح کی ایسی تعریف کی گئی ہے جس کی رو سے صرف متعہ ہی حرام نہیں ٹھہرتا بلکہ مروّجہ حلالہ بھی

---

1 سورۃ النساء:۲۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حرام ٹھہرتا ہے کیوں کہ یہ دونوں ہی احصان کی صفت سے خالی اور مسافحت کی شناعتوں سے پُر ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ» تو اُنھوں نے پوچھا: "من هو يا رسول الله؟" آپ نے فرمایا: «هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَه »[1]

امام عبد الرزاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

«لَا أُوتَى بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلَةٍ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا »[2]

"میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس سے حلالہ کیا گیا، لائے گئے تو میں ضرور ان دونوں کو رجم کر دوں گا۔"

سنن بیہقی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق سے یہ روایت آئی ہے:

رفع إليه رجل تَزَوَّج امرأة ليحلله لزوجها ففرّق بينهما وقال لاترجع إليه إلا بنكاح رغبة غير دلسة[3]

یعنی "ایک ایسا مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوا جس میں ایک شخص نے کسی عورت سے اس کے سابق شوہر کے لئے حلالہ کے طور پر نکاح کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے ان دونوں کو الگ کر دیا اور فرمایا کہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے رجوع نہیں کر سکتی، تاوقتیکہ اپنا مرغوب نکاح نہ کرے، یعنی ایسا نکاح جو (مروّجہ حلالہ کی) ملاوٹ سے پاک ہو۔"

آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کو ملعون قرار دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قابلِ رجم فعل گردانا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے وصفِ نکاح سے مجرد مانا ہے، ایسی صورت میں ان قطعی روایتوں کے باوجود مروّجہ حلالہ پر اصرار ناقابل فہم ہے۔

1 سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۶ و مستدرک حاکم و صححہ و سنن بیہقی، بحوالہ روح المعانی از علامہ سید محمود آلوسی: ۲/۱۴۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان

2 مصنف عبد الرزاق: ۱۰۷۷۷

3 روح المعانی: ۲/۱۴۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پیر محمد کرم شاہ ازہری نے ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ کی جو تفسیر کی ہے، اس میں بھی حلالہ مروّجہ کا ردّ موجود ہے، اسے بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں:

"یہاں سے تیسری طلاق اور اس کے حکم کا بیان ہے، یعنی اگر تیسری طلاق بھی اس نے دے دی تو اب جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے بالکل اسی طرح بسنے کی نیت سے نکاح نہ کرے، جیسے اس نے پہلے خاوند کے ساتھ کیا تھا اور پھر وہ دوسرا خاوند ہم بستری کرنے کے بعد کچھ مدت گزرنے پر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے، اس وقت تک وہ پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں جاسکتی، یہ ہے قرآن کریم کا واضح ارشاد، جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، آج کل اس کا حل حلالہ کی باعثِ صد نفرین صورت میں تلاش کرلیا گیا ہے، اس کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا یہ حکم پیش نظر رہے: «لعن الله المحلل والمحلل له»[1]

"حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی پھٹکار اور جس (بے غیرت) کے لئے حلالہ کیا جارہا ہے اس پر بھی اللہ کی پھٹکار۔"

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ میں جس تحلیل شرعی کا بیان ہے، وہ عرفاً وہی ہے جو آپ نے پیر صاحب کے حوالہ سے اوپر ملاحظہ کیا، جسے میں اپنے لفظوں میں کچھ اس طرح بیان کروں گا کہ قرآنی حلالہ وہ ہے کہ جس میں بہ وقتِ نکاح، شرطِ طلاق پائی جائے نہ قصدِ طلاق۔ فریقین کی باہمی رضامندی سے زندگی بھر کے سنجوگ کے ارادہ سے وہ عورت کسی اور سے نکاح کرے، پھر اگر قدرتی طور پر وہ نکاح کامیاب نہ ہوسکے اور طلاق واقع ہوجائے یا اس عورت کا دوسرا شوہر جہانِ فانی سے ہی رخصت ہوجائے تو اس صورت میں وہ عورت اپنے شوہر کے لیے بہ غرضِ نکاح حلال ہوجائے گی۔ غرض اس تحلیل شرعی میں کوئی سازش اور کوئی خفیہ ہاتھ ایسا نہیں کہ جو عورت کے لئے اس کے پہلے شوہر کو حلال کرنے کے

1 تفسیر ضیاء القرآن: جلد اول، حاشیہ زیر آیت نمبر: البقرۃ: ۲۳۰... ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لئے استعمال میں آیا ہو۔ یہ جو کچھ بھی ہوا محض اتفاق تھا اور بالکل فطری طور پر واقع ہوا، اسی اتفاق اور فطرت کے حسین امتزاج کو 'قرآنی حلالہ' کہا جاتا ہے اور قرآن نے ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ والی آیت میں اسی حلالہ کو بیان کیا ہے نہ کہ حلالۂ مروّجہ کو۔[1]

۳۔ حلالہ قرآن کے خلاف سازش ہے!

بھارت کے ایک حنفی عالم مولانا الطاف احمد اعظمی سابق پروفیسر جامعہ ہمدرد، نئی دہلی اپنے ایک فاضلانہ مقالے بعنوان 'اسلام کا قانونِ طلاق' میں لکھتے ہیں:

یاد رہے، ان کا یہ مقالہ اس مجموعہ مقالات میں شامل ہے، جو علی گڑھ میں منعقدہ ایک سیمینار میں پیش کیے گئے اور پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ فرماتے ہیں:

"اس وقت مسلم سماج میں جو بہت سے ناپسندیدہ رسوم ورواج اسلام کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر داخل ہوگئے اور ان کو قبول بھی کر لیا گیا ہے، ان میں سب سے برا رواج (بیک وقت) تین طلاقوں کا ہے اور پھر حلالے کی گندی رسم۔ بجائے اس کے کہ علما اس غلط رسم ورواج کو مٹاتے، ان کی طرف سے اس کو سندِ جواز مل گئی ہے۔"

اور 'گندی رسم' پر حاشیہ دے کر لکھتے ہیں:

"حلالے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ عورت کا نکاح کیا جاتا ہے اس سے پہلے سے طے ہو جاتا ہے کہ وہ نکاح کے بعد ... اس کو طلاق دے دے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ قرآن کی ہدایت کے بالکل خلاف ایک سازش ہے۔ نبی ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[2]

۱ ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، بھارت بابت جون ۲۰۰۷ء

۲ مجموعہ مقالات سیمینار بعنوان 'خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات': ص ۱۶۹ اور ۱۸۰، ناشر ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ، طبع ۲۰۱۰ء

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۴۔ حلالہ سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے!

مولانا عبد الحلیم قاسمی (بانی جامعہ حنفیہ، گلبرگ، لاہور) اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"اب اس معاملے کو حلالے کے نام سے مشروط نکاح کسی شہوت پرست مرد سے کر دیا جاتا ہے اور صبح اس عورت کو پہلے خاوند کے حوالے کر کے ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ پر عمل ظاہر کر دیا جاتا ہے جو سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے۔ کوئی غیرت مند آدمی اپنی عورت کو گائے، بھینس اور بکری بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لیکن یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اللہ کی پناہ مختلف علاقوں میں حلالہ نکالنے کے لیے خاص آدمی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔"

آگے 'ایک مجلس کی تین' طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کو عہدِ نبوی ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں دو سال تک کا عمل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سیاسۃً ایک مجلس میں تین طلاقوں کو تین تسلیم کر لیا تھا، یہ آپ کی سیاست تھی جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر صحابہ نے اس معاملے میں اختلاف فرمایا ہے جو کتبِ احادیث میں بادلائل موجود ہے۔ آج تک کسی مفتی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ لکھ کر دے کہ یہ فیصلہ حضور ﷺ کا نہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لکیر کے فقیر بن کر غلط راستے پر گامزن ہیں اور ایک ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر سفاح (بدکاری) ہے۔ اس لیے حضور پاک ﷺ نے واضح الفاظ میں لعنتی قرار دیا ہے اور مانگا ہوا بکرا اس کو فرمایا جو زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔"[1]

۵۔ اسلام (حلالے کے جواز جیسی) ستم ظریفی پر چیخ اُٹھتا ہوگا!!

پیر کرم شاہ ازہری جج سپریم اپیلٹ شریعت بنچ، بریلوی مکتبِ فکر کی ایک نمایاں شخصیت

1 مکتوب بنام محمد طفیل، ملتان، بحوالہ 'ایک مجلس کی تین طلاقیں' مطبوعہ دار السلام، لاہور: ص ۱۸۱ تا ۱۸۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گزری ہے۔ یہ جب جامعہ ازہر (مصر) سے پڑھ کر آئے تو 'دعوتِ فکر و نظر' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں اُنہوں نے نہایت پر زور انداز میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے پر زور دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو ایک تعزیری اقدام قرار دیا اور فرمایا کہ اب یہ تعزیری اقدام حلالے جیسی بے غیرتی اور ارتداد کا باعث بنا ہوا ہے، اس لیے علما ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کا فتویٰ دے کر اُمّت پر رحمت کا دروازہ کھول دیں۔ ان کے فرمان کو انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"لوگوں میں شرعی احکام کے علم کا فقدان ہے۔ اُنہیں یہ پتہ ہی نہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا کتنا بڑا جرم ہے اور تلعّب بکتاب اللہ کے مترادف ہے۔ وہ غیظ وغضب کے حالت میں منہ سے بک جاتے ہیں، اُنہیں تب ہوش آتا ہے جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ اُنہوں نے ایک جنبش لب سے اپنے گھر کو برباد کر دیا ہے۔ اس کی رفیقہ حیات اور اس کے ننھے بچوں کی ماں اس پر قطعی حرام ہو گئی ہے۔ اس کی نظروں میں دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ یہ ناگہانی مصیبت اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے، پھر وہ علما صاحبان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جو باستثناے چند حضرات، بڑی معصومیت سے اُنہیں حلالے کا دروازہ دکھاتے ہیں۔ اس وقت اُنہیں اپنے غیور رسول کی وہ حدیث فراموش ہو جاتی ہے: «لعن الله المحلل والمحلل له»

"حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جائے، اس پر بھی اللہ کی لعنت۔"

اس سلسلے میں ایک اور حدیث بھی سن لیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا میں تمہیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ کی لعنت ہو، حلالہ کرنے والے پر بھی اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔"

ان علماے ذی شان کے بتائے ہوئے حل کو اگر کوئی بدنصیب قبول کر لیتا ہو گا تو اسلام اپنے کرم فرماؤں کی ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہو گا اور دین سبز گنبد کے مکین کی دہائی دیتا ہو گا۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اب حالات دن بدن بدتر ہو رہے ہیں۔ جب بعض طبیعتیں اس غیر اسلامی اور غیر انسانی حل کو قبول نہیں کرتیں اور اپنے گوشۂ عافیت کی ویرانی بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی تو وہ پریشان اور سراسیمہ ہو کر ہر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اس وقت باطل اور گمراہ فرقے اپنا آہنی پنجہ اُن کی طرف بڑھاتے ہیں اور انہیں اپنے دامِ تزویر میں بھی پھنسا لیتے ہیں۔ اس کی بیوی تو اسے مل جاتی ہے لیکن دولتِ ایمان لوٹ لی جاتی ہے۔ میرے یہ چشم دید واقعات ہیں کہ کنبے کے کنبے مرزائی اور رافضی ہو گئے۔ جب حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہو، جب یہ تعزیر (بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کی رائے) بے غیرتی کی مہر ہو بلکہ اس کی موجودگی سے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہو۔ ان حالات میں علماے اسلام کا یہ فرض نہیں کہ اُمّتِ مصطفیٰ ﷺ پر درِ رحمت کشادہ کریں (یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیں) (دعوتِ فکر و نظر)

پیر صاحب موصوف کا یہ مقالہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس کتاب میں شامل کیا گیا تھا جو احمد آباد (بھارت) میں منعقدہ سیمینار کے مقالات کے مجموعے پر مشتمل تھی۔ ان سب کا موضوع مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ ہی تھا۔ پیر صاحب کے مقالے کی بیشتر عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی راقم ہی نے کیا تھا، یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے۔ جب سے یہ فاضلانہ مقالہ 'مجموعہ مقالاتِ علمیہ' در بارہ 'ایک مجلس کی تین طلاقیں' نامی کتاب کا حصہ ہے اور نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور کی شائع کردہ ہے۔ پیر صاحب کا مذکورہ اقتباس، اس کتاب کے صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ نکاح بشرطِ تحلیل حرام اور موجبِ لعنت ہے!

مولانا کفایت اللہ دہلوی مرحوم کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، علماے احناف (دیوبند) میں وہ مفتی اعظم ہند مانے اور سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے فتاوے ۹ جلدوں میں 'کفایت المفتی' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ فتاویٰ میں درج ایک سوال، جواب ملاحظہ فرمائیں:

"سوال: شرع شریف میں حلالہ کس کو کہتے ہیں؟ بعض علاقوں میں مروّجہ حلالہ عمل میں لاتے ہیں، کسی کے لیے حلالہ کرتے ہیں، بعض مفتی اس پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یا نہیں، اگر جائز ہے تو حدیث شریف لعن رسول الله المحلل والمحلل له کا کیا مطلب ہے؟

(۳۵۹) جواب: مطلقہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر لے اور پھر اس سے طلاق یا موتِ زوج کی وجہ سے علیحدہ ہو کر پہلے زوجِ مطلق کے لیے حلال ہو جاتی ہے، اس کا نام حلالہ ہے۔ لیکن زوج اوّل یا زوجہ کے کسی ولی کی طرف سے زوجِ ثانی سے یہ شرط کرنا کہ وہ طلاق دے دے اور زوجِ ثانی کا اس شرط کو قبول کر کے نکاح کرنا، یہ حرام ہے۔ اس میں فریقین پر لعنت کی گئی ہے۔ حدیث جو سوال میں مذکور ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ تحلیل کی شرط کر کے نکاح کرنا موجبِ لعنت ہے۔[1]

۷۔ حلالے کی رائج شکل بالکل متعہ کی طرح ہے!

ایک اور حنفی عالم مولانا محفوظ الرحمن قاسمی فاضل دیوبند، مدرّس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں (بھارت) مجلس واحد کی تین طلاقوں کی خرابیوں کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”جب لوگ دینی ناواقفیت اور جذبات کی شدت سے مجبور ہو کر (اکٹھی) تین طلاق دیتے ہیں تو صحیح حکم کے ظاہر ہونے کے بعد سخت نادم ہوتے ہیں اور دنیا بھر کی حیلہ جوئی اور چارہ گری تلاش کرتے ہیں، ایسی غلط تدبیر اختیار کرتے ہیں کہ پھر وہ عورت اس کے نکاح میں بغیر تحلیل (شرعی) کے آجائے یا باقی رہ جائے۔

اس سے متعدد خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اگر طلاق دینے والا حنفی مسلک رکھتا ہے اور اسی پر قائم رہنا چاہتا ہے تو لا محالہ تحلیل کی شکل اختیار کرتا ہے، شرط باندھ کر دوسرے سے نکاح کراتا ہے کہ تم کل طلاق دے دینا اس طرح وہ شریعت کے نزدیک مجرم ٹھہرتا ہے۔

اس کے بعد موصوف نے حلالے کے لعنتی اور زناکاری ہونے کی بابت احادیث و آثار نقل فرمائے ہیں، پھر لکھتے ہیں:

”اب آپ غور کر کے دیکھیے کہ ہمارے معاشرے میں کون سی شکل رائج ہے؟ بالکل

[1] کفایت المفتی از مولانا کفایت اللہ دہلوی: ج۶ ص ۳۶۱، ۳۶۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

متعۃ النساء کی طرح مشروط نکاح کیا جاتا ہے اور اگلے دن نکاح کرنے والے سے طلاق لے لی جاتی ہے۔ اس شکل میں بعض ایسے شرم ناک اور حیا سوز قصے سننے میں آتے ہیں کہ کسی طرح شریعت کا مزاج اس کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، جب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو میں سنگ سار کروں گا۔"[1]

اس کے بعد موصوف نے ایسے بعض واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے رجوع کا حق دینے کے بجائے، تین ہی طلاقیں شمار کر کے صلح اور رجوع کا راستہ بالکل بند کر دیا تو دونوں میاں بیوی کس طرح نہایت عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ اہل علم محولہ کتاب میں یہ واقعات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آخر میں فاضل مضمون نگار نے ایسے عبرت ناک انجام سے یا حلالے جیسے لعنتی کام سے بچنے کا حل یہی بتلایا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق سمجھا جائے۔[2]

ایک ضروری تصحیح

"مروّجہ حلالہ ملعونہ..." مضمون کی دوسری قسط جو 'محدث' کے گزشتہ شمارے میں شائع ہوئی ہے، اس مضمون کے صفحہ نمبر ۶۹ پر ایک عبارت میں تسامح ہو گیا ہے۔ قارئین اس صفحے کی سطر نمبر ۱۶، ۱۷ کو اس طرح پڑھیں:

"عثمانؓ کی خلافت کے بالکل آخری دور ۳۳ھ/ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (الاعلام از زرکلی: ۱۳/ ۳۹۲) جبکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کی شہادت ۳۵ ہجری میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ ہجری میں ہوئی۔ اس طرح گویا حضرت ابن سیرین کی ولادت ہی حضرت عمرؓ کی شہادت کے ۱۰ سال بعد ہوئی ہے اور وہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ بیان کر رہے ہیں؟ اس اعتبار سے"

---

۱ مجموعہ مقالاتِ علمیہ: 'ایک مجلس کی تین طلاق': ص ۳۲ تا ۳۴

۲ ایضاً: ص ۳۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

تحقیق و تنقید

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مولانا وحید الدین خان: اَفکار و نظریات

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

مولانا وحید الدین خان یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش اُتر پردیش، بھارت کے ایک قصبہ اعظم گڑھ میں ہوئی۔ چار یا چھ سال کی عمر میں ہی اِن کے والد محترم فرید الدین خان وفات پا گئے۔ اِن کی والدہ زیب النساء خاتون نے اِن کی پرورش کی اور اِن کے چچا صوفی عبد الحمید خان نے اِن کی تعلیم کی ذمہ داری اُٹھائی۔ خان صاحب کا کہنا ہے کہ بچپن کی یتیمی نے اُن میں مسائل سے جان چھڑانے کی بجائے اُن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔[1]

اُنہوں نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ سے ہی حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں اِس مدرسہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۴ء میں چھ سال بعد اُنہوں نے یہاں سے اپنی مذہبی تعلیم مکمل کر لی۔ اِس کے بعد ان کے بڑے بھائی نے اُنہیں کاروبار میں شامل کرنے کی کوشش کی لیکن اُن کا خیال یہ تھا کہ اُنہیں ابھی انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اِس مقصد کے لیے اُنہوں نے لائبریری جا کر سائنس اور جدید علوم کی کتب کا مطالعہ شروع کیا۔[2]

کچھ عرصہ بعد خان صاحب نے محسوس کیا کہ اُنہوں نے مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ جدید علوم کا بھی کافی مطالعہ کر لیا ہے تو اُنہوں نے دینی علم کو زمانۂ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ اُن کی تحریروں میں بین المذاہب مکالمہ اور اَمن کا بہت زیادہ ذکر ملتا ہے۔ اور آخر عمر میں اُنہوں نے دین اسلام کا خلاصہ اِنہی دو لفظوں میں بیان کیا ہے۔

۱۹۵۵ء میں اُن کی پہلی کتاب 'نئے عہد کے دروازے پر' شائع ہوئی۔ یہی کتاب بعد میں

۱ http://www.cpsglobal.org/mwk

۲ ایضاً

magazine.mohaddis.com

اُن کی معروف کتاب 'مذہب اور جدید چیلنج' کے لیے بنیاد بنی اور اِس کا عربی ترجمہ الإسلام یتحدّٰی کے نام سے مقبولِ عام ہوا جو کئی ایک عرب جامعات کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی سے شائع شدہ ایک حالیہ کتاب "500 Most Influential Muslims of 2009" میں اُنہیں "Islam's Spiritual Ambassador to the World" قرار دیا گیا ہے۔ (ایضاً)

جماعتِ اسلامی اور تبلیغی جماعت میں شمولیت

خان صاحب شروع شروع میں مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں جماعتِ اسلامی، ہند میں شامل ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ میں جماعتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن بھی بن گئے۔ جماعتِ اسلامی کے ترجمان رسالہ 'زندگی' میں باقاعدگی سے لکھتے رہے۔ جماعت اسلامی میں شمولیت کے بعد مولانا وحید الدین خان صاحب نے ۱۵ سال کے بعد جماعتِ اسلامی کو خیر باد کہا۔ جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہوگئے لیکن ۱۹۷۵ء میں اُسے بھی مکمل طور پر چھوڑ دیا۔

ذاتی دعوتی اور علمی کام کا آغاز

۱۹۶۷ء میں اپنے دعوتی کام کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۰ء میں نئی دہلی میں ایک اسلامک سنٹر کی داغ بیل ڈالی اور ۱۹۷۶ء میں 'الرسالہ' کے نام سے ایک اُردو رسالہ کا اِجرا کیا۔ ۱۹۸۴ء میں ہندی اور ۱۹۹۰ء میں انگریزی میں بھی 'الرسالہ' جاری کیا گیا۔ اُردو میں اُن کا ترجمہ قرآن اور تشریحی نکات 'تذکیر القرآن' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہی ترجمۂ قرآن بعد میں ہندی اور انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ انگریزی ترجمہ The Quran کے نام سے شائع ہوا حالانکہ ترجمہ قرآن کا یہ نام رکھنا کسی طور درست نہیں۔ کوئی بھی ترجمہ قرآن، حقیقی قرآنِ مجید نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے اور جب اُس کا ترجمہ کسی اور زبان میں کیا جاتا ہے تو وہ قرآنِ مجید کا ترجمہ تو کہلایا جا سکتا ہے لیکن قرآن مجید نہیں۔ خان صاحب نے ۲۰۰۱ء میں اپنے نقطۂ نظر اور دعوت کے پھیلاؤ کے لیے 'سی پی ایس' یعنی 'سنٹر فار پیس اینڈ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سپر چوئیلٹی' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو اُن کے بقول 'دعوت' اور 'امن' دو بنیادوں پر قائم ہے۔

مولانا وحید الدین خان تقریباً دو سو کتب کے مصنف ہیں، جو اردو، عربی اور انگریزی زبان میں ہیں۔ اُن کی معروف کتب میں تذکیر القرآن، اسلام دورِ جدید کا خالق، مذہب اور جدید چیلنج، تعبیر کی غلطی، رازِ حیات، دین کی سیاسی تعبیر، عقلیاتِ اسلام، پیغمبرِ انقلاب اور اللہ اکبر ہیں۔ انگریزی اور عربی کتابیں اکثر و بیشتر مولانا کی اُردو تحریروں ہی کے تراجم ہیں۔ (ایضاً)

فکری بنیادیں

مولانا وحید الدین خان صاحب کی تحریروں کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد اُن کے دعوتی اور علمی کام کو آسانی کی خاطر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

تذکیر و نصیحت: خان صاحب کی تحریروں میں تذکیر کا پہلو غالب اور نمایاں طور موجود ہے۔ چھوٹی اور عام سی بات سے بھی نصیحت کا پہلو نکال لینے میں اُنہیں کمال حاصل ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

"ایک امریکی خاتون سیاحت کی غرض سے روس گئیں۔ وہاں اُنھوں نے دیکھا کہ ہر جگہ کمیونسٹ پارٹی کے چیف کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ یہ بات اُنھیں پسند نہیں آئی۔ ایک موقع پر وہ کچھ روسیوں سے اِس پر تنقید کرنے لگیں۔ خاتون کے ساتھی نے اُن کے کان میں چپکے سے کہا: "میڈم! آپ اِس وقت روس میں ہیں، امریکہ میں نہیں ہیں۔" آدمی اپنے ملک میں اپنی مرضی کے مطابق رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی غیر ملک میں جائے تو وہاں اُس کو دوسرے ملک کے نظام کی پابندی کرنی پڑے گی۔ اگر وہ وہاں کے نظام کی خلاف ورزی کرے تو مجرم قرار پائے گا۔ ایسا ہی کچھ معاملہ وسیع تر معنوں میں دنیا کا ہے، انسان ایک ایسی دنیا میں پیدا ہوتا ہے جس کو اُس نے خود نہیں بنایا ہے۔ یہ مکمل طور پر خدا کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ گویا انسان یہاں اپنے ملک

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں نہیں ہے بلکہ خدا کے ملک میں ہے۔"[1]

ردّ عمل کی نفسیات: خان صاحب کی فکر ردّ عمل کی نفسیات (Psychology of Reaction) پر قائم ہے اور یہ ردّ عمل اسلام کے سیاسی تصور، معاصر اسلامی تحریکات اور متنوع مذہبی طبقات کا ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

"کچھ لوگ اسلام کا جامع تصور پیش کر رہے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام ہے۔ اسلام میں صرف عقیدہ اور عبادات اور اخلاق شامل نہیں ہیں، بلکہ پولیٹکل سسٹم بھی اس کا لازمی جز ہے۔ پولیٹکل سسٹم کو قائم کیے بغیر اسلام ادھورا رہتا ہے، وہ مکمل نہیں ہوتا۔ یہ بظاہر اسلام کا جامع تصور ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ ایک تخریبی تصور ہے۔"[2]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"جہاں تک زمین پر سیاسی غلبہ کا معاملہ ہے، اس کا تعلق تمام تر اللہ تعالیٰ سے ہے۔ قرآنِ مجید کے مطابق، زمین پر سیاسی غلبہ کا فیصلہ براہِ راست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور وہ اُسی کو ملتا ہے جس کے لیے اللہ نے اُس کا فیصلہ کیا ہو (۲۶:۳)۔ اِس سے معلوم ہوا کہ سیاسی نظم کے قیام کو نشانہ بنا کر عمل کرنا، ایک مبتدعانہ عمل ہے۔ وہ دین کے نام پر بے دینی ہے۔ وہ اسلام کے نام پر اسلام سے انحراف کرنا ہے۔ اِس قسم کی کوشش کو کبھی بھی خدا کی نصرت نہیں ملے گی، اِس لیے ایسی کوشش کبھی کامیاب ہونے والی نہیں۔"[3]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی تمام بڑی بڑی تحریکیں حیرت انگیز طور پر انتہائی ناکامی کا شکار ہوئی ہیں۔ مسلمان جب بھی کوئی تحریک اٹھاتے ہیں تو خدا اُن کے گھروندے

---

۱ آخری سفر: ص ۵
۲ صبح کشمیر: ص ۳۲
۳ ایضاً: ص ۳۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کو ٹھو کر مار کر گرا دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی یہ تمام سرگرمیاں خدا کی نظر میں بالکل نامطلوب ہیں۔ اِس بنا پر وہ اُن کو حرفِ غلط کی طرح مٹا رہا ہے۔"[1]

مذکورہ بالا عبارات بتا رہی ہیں کہ جذبات میں ٹھہراؤ اور اطمینان نہیں ہے اور اختلاف کے اظہار میں ردّ عمل کی نفسیات واضح طور محسوس ہو رہی ہیں۔

تجدّد: خان صاحب کے افکار و نظریات میں تجدد پسندی (Modernity) کی طرف میلانات اور رجحانات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں اور صحیح معنوں میں اُن پر لفظ 'متجدد' اس اعتبار سے صادق آتا ہے کہ اُنہوں نے دین کے بنیادی تصورات کی اَز سرِ نو ایسی تعبیر و تشریح پیش کی ہے جو اُن سے پہلے کسی نے نہیں کی اور وہ نہ صرف اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اپنے لیے اِس میں فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

"پچھلے ہزار سال میں مسلمانوں کے درمیان جو لٹریچر تیار ہوا، اُس میں سب کچھ تھا، مگر اُس میں جو چیز مکمل طور پر حذف تھی اور وہ ہے: دعوت اور اَمن کا تصور۔ اِس کے بعد جب مغربی طاقتوں نے مسلم ایمپائر کو توڑ دیا تو اِس کے خلاف ردعمل کی بنا پر یہ ذہن اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیسویں صدی عیسوی پوری کی پوری، منفی سوچ اور منفی سرگرمیوں کی نذر ہو گئی۔ اِس پوری صدی میں نہ دعوت کا پیغام لوگوں کے سامنے آیا اور نہ اَمن کا پیغام، جب کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ نے استثنائی طور پر دعوت اور اَمن کی اہمیت کھولی۔"[2]

اب اُن کے اِس تصورِ دعوت اور اَمن کی بھی ذرا سی جھلک ملاحظہ فرمائیں جو اُن کے بقول مسلم دنیا کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

"۱۱ نومبر ۲۰۰۱ء میں نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو توڑنے کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ اِس واقعے کے بعد امریکا غضب ناک ہو گیا۔ اُس نے عراق اور افغانستان کے خلاف براہِ

1. راہ عمل: ص ۱۱۰
2. ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۲۳-۲۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

راست طور پر اور پوری دنیا کے خلاف بالواسطہ طور پر ایک انتقامی جنگ چھیڑ دی۔ اِس جنگ میں نام نہاد جہاد کے اکابر رہنما یا تو مارے گئے یا وہ خاموش ہو گئے۔ امریکا کا یہ آپریشن اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک خدائی آپریشن تھا۔ اِس نے اُن تمام طاقتوں کو زیر کر دیا جو اَمن اور دعوت کے مشن کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھے۔''[1]

تنقیص: خان صاحب نے اپنے ماسوا تقریباً ہر دوسرے بڑے عالمِ دین پر تنقید کی ہے اور ان کی نقد تعمیری (Constructive Criticism) نہیں ہے بلکہ تنقیص (reproach and denunciation) کی ایک صورت ہوتی ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا کہ میں پیدائشی طور پر ایک تنقید پسند آدمی ہوں۔''[2]

ایک ہے کہ ضرورت کے تحت تنقید کرنا اور یہ ایک ناگزیر اَمر اور معاشرتی ضرورت ہے۔ جبکہ 'تنقید پسند ہونا' ایک دوسری بات ہے جو ہمارے خیال میں بہر طور درست نہیں ہے جبکہ تنقید کا معنی بھی 'تنقیص' سے زائد نہ ہو۔ مولانا کی اِس ترکیب میں 'پسند' کا لفظ بھی قابل غور ہے۔ خان صاحب ایک اور جگہ علما کی عیب جوئی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے علما مغربی افکار کو سرے سے جانتے ہی نہیں۔ علما اگر مغربی فکر کو گہرائی کے ساتھ سمجھتے تو اُس کو اپنے لیے عین مفید سمجھ کر اُس کا استقبال کرتے۔ مگر سطحی معلومات کی بنا پر وہ اِس کے مخالف بن گئے اور اِس کا مذاق اُڑانے لگے۔''[3]

ایک اور جگہ اہل علم پر الزام دھرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علما کی دورِ جدید سے بے خبری کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایسا لٹریچر تیار نہ کر سکے جو جدید ذہن کو مطمئن کرنے والا ہو۔ شاہ ولی اللہ سے لے کر سید قطب تک، میرے علم کے مطابق، مسلم علما کوئی ایک کتاب بھی ایسی تیار نہ کر سکے جو آج کے مطلوبہ معیار پر پوری اُترتی

---

۱ ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۲۶

۲ وحید الدین خان، علماء اور دورِ جدید، ماہنامہ الرسالہ، نیو دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۴۴

۳ ایضاً: ص ۴۱۔۴۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہو۔"[1]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"سو سال سے بھی زیادہ مدت سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ہمیں دورِ جدید کے علما کی ضرورت ہے یعنی ایسے علما جو علوم دینیہ کی تحصیل کے علاوہ وقت کے علوم کی بھی تعلیم حاصل کریں۔ اِس طرح ایسے علما تیار ہوں جو قدیم و جدید دونوں سے واقف ہوں تاکہ وہ عصر حاضر کے مطابق، اسلام کی خدمت انجام دے سکیں۔ ایسے لوگوں کی فہرست ہزاروں میں شمار کی جا سکتی ہے جو دونوں قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے، مگر وہ ملت کی مطلوب ضرورت کو پورا نہ کر سکے۔ مثال کے طور پر چند نام یہاں لکھے جاتے ہیں: مولانا حمید الدین فراہی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر یوسف قرضاوی، پروفیسر مشیر الحق، ڈاکٹر عبد الحلیم عویس، ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی، مولانا محمد تقی عثمانی، پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی، پروفیسر محمد اجتبا ندوی، پروفیسر محسن عثمانی، پروفیسر ضیاء الحسن ندوی، ڈاکٹر عبد الحلیم ندوی، ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، ڈاکٹر سعود عالم قاسمی وغیرہ... میں نے ذاتی طور پر اِس قسم کے علما کی تحریریں پڑھی ہیں، مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اُن سب کی تحریریں قدیم روایتی مسائل کی جدید تکرار کے سوا اور کچھ نہیں۔"[2]

اختیال: خان صاحب کی تحریروں سے یہ واضح طور محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے خیالوں میں اُن کی اپنی عظمت اور بڑائی اِس قدر رَچ بس گئی ہے اور وہ نرگسیت (Narcissism) کا شکار ہیں۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

"اَصحابِ رسول کی حیثیت ایک دعوتی ٹیم کی تھی۔ یہ ٹیم ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کے نتیجے میں بنی۔ اِس کا آغاز اس وقت ہوا جب ہاجرہ اور اسماعیل کو خدا کے حکم سے صحرا میں بسا دیا گیا۔ سی پی ایس کی ٹیم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اَصحابِ رسول کے بعد

---

1 ایضاً: ص ۴۵

2 ماہنامہ الرسالہ، نیو دہلی: مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۴۔۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تاریخ میں ایک نیا عمل شروع ہوا۔ اِسی عمل کا کلمنیشن (culmination) سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم ہے۔ گویا اَصحابِ رسول اگر قدیم زمانے میں ڈھائی ہزار سالہ تاریخی عمل کا کلمنیشن تھے تو سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم بعد کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سالہ عمل کا کلمنیشن ہے۔ اَصحابِ رسول کے بعد بننے والی طویل تاریخ کے تمام مثبت عناصر سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم میں جمع ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں پہلی بار اِس کو یہ حیثیت ملی ہے کہ وہ دورِ حاضر میں اَخوانِ رسول کا رول ادا کر سکے۔ بعد کے زمانے میں اُٹھنے والی تمام تحریکوں میں صرف سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] انٹرنیشنل وہ تحریک یا گروپ ہے جو استثنائی طور پر اِس معیار پر پوری اُترتی ہے۔ قرآن اور حدیث کی صراحت کے مطابق، اَصحابِ رسول کی امتیازی صفت یہ تھی کہ وہ پورے معنوں میں ایک داعی گروہ بنے۔ مگر بعد کے بننے والے گروہوں میں کسی بھی گروہ کو حقیقی معنوں میں داعی گروہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔"[1]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"غالباً یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اَخوانِ رسول وہ اہل ایمان ہیں جو سائنسی دور میں پیدا ہوں گے، اور سائنسی دریافتوں سے ذہنی غذا لے کر اعلیٰ معرفت کا درجہ حاصل کریں گے، نیز یہی وہ لوگ ہوں گے جو مہدی یا مسیح کا ساتھ دے کر آخری زمانے میں اعلیٰ دعوتی کارنامہ انجام دیں گے۔"[2]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ماضی اور حال کے تمام قرائن تقریباً یقینی طور پر بتاتے ہیں کہ سی پی ایس [مولانا وحید الدین خان] کی ٹیم ہی وہ ٹیم ہے جس کی پیشین گوئی کرتے ہوئے پیغمبر اسلام نے اُس کو

---

۱ ماہنامہ الرسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۳۵

۲ ماہنامہ الرسالہ: مئی ۲۰۱۰ء، ص ۴۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اَخوانِ رسول کا لقب دیا تھا۔''[1]

پہلے اقتباس کا خلاصہ ہے کہ مہدی و مسیح علیہما السلام کے ساتھ اَخوانِ رسول کی ٹیم ہو گی جبکہ دوسرے کا یہ ہے کہ اَخوانِ رسول کی ٹیم سی پی ایس کی ٹیم ہے۔ اِن دونوں قضیوں کے صغریٰ و کبریٰ سے یہ نتیجہ نکلا کہ مہدی و مسیح کے ساتھ سی پی ایس کی ٹیم ہو گی۔

مولانا وحید الدین خان صاحب کی کسی بھی تحریر کو اٹھا کر دیکھ لیں، اُس میں اِن میں سے ایک، دو، تین یا چار بنیادیں ضرور مل جائیں گی۔ راقم نے اپنی کتاب 'مولانا وحید الدین خان: افکار و نظریات' میں اِن عوامل اور عناصر سے پروان چڑھنے والی خان صاحب کی فکر کا، اُن کے اپنے الفاظ ہی کی روشنی میں 'ایک مفصل تحلیلی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔

خاں صاحب کے بعض نظریات گمراہ کن بھی ہیں، جن میں بطور خاص ان کا یہ تصور کہ نبی کریم ﷺ فائنل ماڈل (اُسوہ) نہیں ہیں۔ اقامتِ دین، نفاذِ شریعت اور جہاد اور امن وغیرہ کے حوالے سے دین کا جو مخصوص تصور رکھتے ہیں، اس کی رو سے ان کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول کے اُسوہ میں چونکہ دعوت کے علاوہ جہاد و قتال بھی ہے، لہٰذا یہ اُسوہ ہمارے لیے کامل نمونہ نہیں ہے، کیونکہ آج کے دور میں جہاد و قتال ممکن نہیں رہا۔ آج کے دور میں اُمّت مسلمہ کے لیے حضرت مسیح کا اُسوہ قابل عمل اور نمونہ ہے، جو صرف دعوت و تبلیغ کے عمل پر مبنی تھا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> ''مسیح کے ماڈل میں آغاز میں بھی دعوت ہے، اور انجام میں بھی دعوت، مسیح کے دعوتی ماڈل میں، ہجرت اور جہاد (بمعنی قتال) کے واقعات موجود نہیں۔ محمدی ماڈل میں ہجرت اور جنگ اس کے واضح اجزا کے طور پر شامل ہیں۔ لیکن اب حالات نے ہجرت اور جنگ کو ناقابل عمل بنا دیا ہے۔''[2]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ

---

1. ماہنامہ الرّسالہ: ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۴۰
2. ماہنامہ الرسالہ، جون ۲۰۰۷ء، ص ۵،۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"آپ ﷺ بلاشبہ آخری پیغمبر تھے، لیکن آپ ہر صورت حال کے لیے آخری نمونہ نہ تھے، چنانچہ قرآن میں آپ کے لیے اُسوہ حسنہ کا لفظ آیا ہے نہ کہ اُسوہ کاملہ کا۔ کسی پیغمبر کو فائنل ماڈل سمجھنا خدا کے قائم کردہ قانونِ فطرت کی تنسیخ کے ہم معنی ہے۔"[1]

کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"بعد کے زمانے میں حالات کے اندر ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی، کہ حالات کے اعتبار سے حضرت مسیحؑ کا عملی ماڈل زیادہ قابل انطباق (Applicable) بن جائے گا۔"

سلمان رشدی کی بدنام زمانہ کتاب جس میں رسالت مآب ﷺ پر دشنام طرازی کی گئی، اس کے بارے میں بھی جناب وحید الدین خاں کا موقف مغالطہ آمیز بلکہ گمراہ کن ہے، جس پر تنقید کی جاتی رہی۔ اس کتاب پر مسلمانوں کے ردعمل کے بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ

"ازواجِ مطہرات کے خلاف جو بے ہودہ باتیں سلمان رشدی نے لکھی ہیں، اس کا مصنفِ اوّل عبد اللہ بن ابی تھا، مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے اصرار کے باوجود اس کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔"[2] "اینٹی رشدی ایجی ٹیشن (رشدی کے خلاف احتجاج) بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔" (ص ۶)

"مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونا اسلام کے قانون جرائم کی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ مسلمان اس کے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کو قومی سرکشی کے نام پر کرسکتے ہیں۔ مگر اسلام کے نام پر انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔" (ص ۵۳)

پھر جب ڈنمارک اور یورپ کے اخباروں میں رسالت مآب ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے گئے اور حرمین سمیت پورے دنیا کے مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا تو خان صاحب نے عجیب مضحکہ خیز موقف اختیار کیا، لکھتے ہیں:

"مذکورہ کارٹون کی حیثیت تو ایک صحافتی جوک (لطیفہ) کی تھی۔ اس قسم کا جوک موجودہ صحافت میں عام ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کے ردّ عمل میں جس طرح نفرت اور

---

۱ ایضاً: ص ۵، ۴

۲ 'شتم رسول کا مسئلہ' از وحید الدین خاں: ص ۳۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تشدد کا مظاہرہ کیا، وہ بلاشبہ توہین رسالت کا ایک فعل تھا...

موجودہ زمانہ آزادی اظہار رائے کا زمانہ ہے۔ ایسے زمانے میں کارٹون جیسے مسئلہ پر ہنگامہ کھڑا کرنا، یقینی طور پر یہ تاثر پیدا کرے گا، کہ اسلام آزادی اظہار کے خلاف ہے۔[1]

'مولانا' وحید الدین خاں کا تصور جہاد بھی گمراہ کن ہے، لکھتے ہیں:

"اسلام میں صرف دفاعی جنگ جائز ہے اور اس کا اختیار بھی صرف حاکم وقت کو حاصل ہوتا ہے۔"[2]

"یہ کہنا صحیح ہو گا کہ آج کی دنیا میں وائلنٹ ایکٹوازم (پر تشدد حرکیت) منسوخ ہو گیا ہے، اور اس کی جگہ پیس فل ایکٹوازم (پرامن حرکیت) نے لے لی ہے۔ اب پیس فلم ایکٹوازم کے تحت ہر قسم کی سرگرمیوں کا حق انسان کو مل چکا ہے۔"[3]

اسلام کے تصور امن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مثبت سوچ پر قائم رہنے کا ایک ہی فارمولا ہے اور وہ ہے یک طرفہ اخلاقیات، یعنی یک طرفہ طور پر دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ خواہ وہ اچھا سلوک کرتا ہو یا برا سلوک۔"[4]

"مسلمانوں کی جو سیاسی تاریخ بنی، اور ان کے یہاں جو لٹریچر تیار ہوا، اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا ذہن یہ بنا کہ دشمن سے لڑو۔ اس کے برعکس مسیحی لوگوں کا ذہن ان کی روایات کے مطابق یہ بنا کہ دشمن سے محبت کرو۔ یہی نفسیات دونوں قوموں کے اندر عمومی طور پر پائی جاتی ہیں۔"[5]

"۸/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ نے افغانستان کے خلاف جو کاروائی کی، وہ انٹر نیشنل نارم (بین الاقوامی اخلاقیات) کے مطابق درست تھی۔ کیونکہ وہ ڈیفنس کے طور پر کی گئی

۱ ماہنامہ الرسالہ، نئی دہلی: ستمبر ۲۰۱۱ء، ص ۴۴
۲ ماہنامہ الرسالہ: مارچ ۲۰۰۸ء، ص ۴
۳ ماہنامہ الرسالہ: اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص ۱۵
۴ ماہنامہ الرسالہ: جون ۲۰۱۱ء، ص ۲۴
۵ ماہنامہ الرسالہ: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۲۹

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تھی۔ اس کے باوجود ایسا ہوا کہ دنیا بھر میں امریکہ کو برا کہا جانے لگا۔''[1]

''امریکہ کا یہ آپریشن اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک خدائی آپریشن تھا۔ اس نے ان تمام طاقتوں کو زیر کر دیا جو امن اور دعوت کے مشن کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھے۔''[2]

مذکورہ بالا اقتباسات سے جناب وحید الدین کی فکری گمراہیاں اور طرزِ فکر بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ یہ اقتباسات اس کتاب میں مذکور تحقیقات کی ایک جھلک ہیں۔ اس کتاب میں مولانا وحید الدین خان صاحب کی تحریروں کی روشنی میں ان کی شخصیت کا جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خان صاحب بدنیت یا اسلام دشمن یا یہودی ایجنٹ تو نہیں ہیں جیسا کہ اُن کے بعض ناقدین کی رائے ہے۔ تاہم اُن کے نفسیاتی پرابلم ہیں جنھوں نے اُنہیں تخیلات کی اِس دنیا (fantasy and delusion) تک پہنچایا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں ایک نہیں بلکہ دنیا کی ہزار سالہ تاریخ میں ایک شمار کر رہے ہیں۔ اِس تجزیے کے مطابق اُن کے غیر متوازن اور مسلم اُمّہ کے بارے عدم برداشت کے رویوں کے جواب میں غصّہ کرنے کی بجائے ان کی نفسیاتی کیفیت کو سمجھنا چاہیے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ مریض سے نفرت نہیں کی جاتی، تاہم اس سے رہنمائی بھی نہیں لی جاتی اور اس کو فکری قیادت کے حساس منصب پر بھی فائز نہیں کیا جاتا۔

نوٹ: مذکورہ بالا کتاب 'مولانا وحید الدین خان: افکار و نظریات' کی سافٹ کاپی محدث آن لائن لائبریری میں موجود ہے اور درج ذیل لنک سے ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہے:

http://kitabosunnat.com/kutub-library/molana-waheed-ud-deen-khan-afkar-w-nazriyat.html

---

۱ ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۳۱،۳۰

۲ ماہنامہ الرسالہ: جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۲۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مولانا زاہد الراشدی

دولتِ فاطمیہ کی واپسی کی کوششیں

اسلام آباد کے دھرنوں کے اثرات پاکستان اور اس خطے پر کیا مرتب ہوتے ہیں، یہ جاننے کے لیے ابھی مزید انتظار کرنا ہوگا، لیکن یمن کے دار الحکومت صنعا کے گرد حوثی قبائل کا ایک ماہ سے زیادہ جاری رہنے والا دھرنا کامیاب ہوگیا ہے اور ۱۷ راگست سے شروع ہونے والے دھرنے کو ۲۱ر ستمبر کے روز اقوامِ متحدہ کے ایلچی جمال بن عمر کی نگرانی میں ہونے والے اس معاہدے نے تکمیل تک پہنچا دیا ہے کہ حکومت مستعفی ہوجائے گی اور اس کی جگہ ٹیکنوکریٹ حکومت قائم ہوگی۔ چند سال قبل 'عرب بہار' کی عوامی یلغار کے بعد علی عبد اللہ صالح کا تین عشروں سے زیادہ عرصہ پر محیط دورِ اقتدار ختم ہونے پر عبدِ ربہ منصور ہادی کی سربراہی میں نئی حکومت قائم کی گئی تھی، جسے حوثی قبائل کی مسلسل اور مسلح یلغار کے باعث مذکورہ معاہدہ کرنا پڑ گیا ہے اور اب یمنی عوام نئی ٹیکنوکریٹ حکومت کی تشکیل کے انتظار میں ہیں۔

حوثی قبائل شمالی یمن میں اکثریت رکھتے ہیں اور یمن کی اڑھائی کروڑ آبادی کا تیس فیصد ہیں۔ حوثی قبائل زیدی شیعہ ہیں، جبکہ باقی ستّر فیصد آبادی اہل سنّت شافعی فقہ سے تعلّق رکھتی ہے۔ زیدی خود کو حضرت زین العابدین کے فرزند حضرت زید کے پیروکار کہتے ہیں اور تب سے اپنا مُستقل مذہبی تشخص رکھتے ہیں۔ ماضی میں یمن میں زیادہ تر انہی کی حکومت رہی ہے۔ زیدی کہلاتے تو شیعہ ہیں لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کو بھی جائز مانتے ہیں، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت بھی جائز ہوتی ہے، باقی معاملات میں وہ اہلسنّت اور اہل تشیع کے درمیان ملے جلے عقائد واحکام رکھتے ہیں، جبکہ ایران کے دستور میں جہاں اثنا عشری مذہب کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے، وہاں زیدیوں کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذاہب کے ساتھ اقلیتی مذاہب شمار کیا گیا ہے۔

یمن میں عبدِ ربہ منصور ہادی کی حکومت کے خلاف جس میں اخوان سمیت بہت سی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

جماعتیں شریک ہیں، حوثیوں کی اس مسلح بغاوت میں ایران کی کھلی اور بھرپور سرپرستی حاصل ہے، حتیٰ کہ یمن کے دار الحکومت صنعا کے محاصرے میں حوثیوں کی مذکورہ کامیابی کے بعد تہران سے ایرانی پارلیمنٹ کے رکن علی رضا زاکانی نے یہ کہا ہے کہ ایران کو تین عرب دارالحکومتوں بغداد، دمشق اور بیروت کے بعد چوتھے دار الحکومت صنعا پر بھی اختیار حاصل ہو گیا ہے اور اس طرح عرب دنیا میں ایرانی اثر ورسوخ نے ایک نیا رخ اور نئی طاقت حاصل کر لی ہے، جس پر کویت کے معروف سنّی دانشور ڈاکٹر عبداللہ نفیسی نے حوثیوں کی یلغار کو 'صفوی یلغار' قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا راستہ روکنا صرف یمن کا نہیں، بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا دفاع بھی ہو گا۔

ہم ایک عرصے سے گزارش کر رہے ہیں کہ مشرقِ وسطیٰ میں 'دولتِ فاطمیہ' کی واپسی کی راہ ہموار کی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں ہر آنے والا دن گزشتہ دن سے زیادہ تشویش ناک ثابت ہو رہا ہے۔ اس میں سب سے زیادہ توجہ کے قابل بات یہ ہے کہ شام کے علوی، یمن کے زیدی اور ایران کے اثنا عشری باہمی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک صف میں محاذ آرا ہیں، حالانکہ ان کے درمیان بنیادی عقائد کے اختلافات اس حد تک موجود ہیں کہ عام حالات میں وہ ایک دوسرے کو اپنے ساتھ شمار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن مشرقِ وسطیٰ میں اور خاص طور پر حرمین شریفین کے گرد تسلط قائم کرنے کے لیے وہ پوری طرح متحد اور ایک دوسرے کے معاون ہیں، جبکہ دوسری طرف سعودی عرب کے سلفی اور مصر کے شافعی باہم مل بیٹھنے کو تیار نہیں ہیں اور پاکستان کے اہل سنّت کو تو ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے کے محبوب مشغلہ سے ہی فرصت نہیں ہے۔

یمن میں اقوامِ متحدہ کی زیر نگرانی حوثیوں اور یمنی حکومت کے درمیان طے پانے والے مذکورہ معاہدے کو عرب دنیا کے دانشوروں میں 'سقوطِ یمن' سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور اس معاہدے کے اگلے روز حوثیوں نے جو جشن منایا ہے، وہ اس سلسلے میں انکے مستقبل کے عزائم کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کی یہ سنّی شیعہ خانہ جنگی جواب وسیع تر خانہ جنگی کا روپ دھار چکی ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ارد گرد بلکہ اندر بھی اپنے اثر ورسوخ کے دائرے بڑھاتی جا رہی ہے، جسے دیکھنے کے لیے محدود ذہنی خولوں سے باہر نکل کر کھلی نظر سے ماحول کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اسے ہم نے اپنے لیے 'شجر ممنوعہ' کا درجہ دے رکھا ہے۔ مگر کیا شتر مرغ کی طرح ریت میں سر دے کر ہم خود کو آنیوالے طوفان سے محفوظ رکھ سکیں گے؟

magazine.mohaddis.com

ملعونہ کے ذریعے سے تقدس مآبی کے نام پر زناکاری کا ایک آسان راستہ کھول دیا گیا ہے۔

بھلا اسلام اس کو کس طرح پسند کر سکتا ہے؟

محترم! حلالۂ ملعونہ کی علت 'شرطِ طلاق' ہرگز نہیں ہے، بلکہ مذکورہ چار علتیں ہیں، ان میں سے ہر ایک علت اتنی اہم ہے کہ اس کی حرمت و ممانعت کے لئے وہی کافی ہے چہ جائیکہ چار علتیں حرمت کی جمع ہو جائیں، پھر بھی حلالۂ ملعونہ جائز رہے؟ ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾[1]

اللہ تعالیٰ ان فقیہانِ حرم کو یہ توفیق دے کہ وہ تقلیدی جمود میں قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات کو مسخ نہ کریں اور دین کو اس طرح کھیل کود نہ بنائیں جس طرح یہود کے علما نے بنالیا تھا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا﴾[2]

حلالے کی بابت صاحب 'المنار' کی وضاحت

مضمون کی تکمیل کے بعد تفسیر 'المنار' دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ تفسیر الازہر (مصر) کے شیخ محمد عبدہ (مشہور مصری مُصلح) کے تفسیری افادات ہیں جو ان کے تلمیذِ رشید علامہ رشید رِضا مصری، مدیر 'المنار' نے مرتب کیے ہیں اور تفسیر 'المنار' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

اس تفسیر میں شیخ محمد عبدہ آیت ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ﴾ کے تحت لکھتے ہیں۔ ہم اختصار کے پیشِ نظر اس کا اُردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

"ہر مسلمان کو جاننا چاہیے کہ یہ آیت اس امر میں بالکل واضح ہے کہ وہ نکاح جس کے ذریعے سے مطلقہ ثلاثہ (زوجِ اوّل کے لئے) حلال ہوتی ہے، وہ صحیح (باقاعدہ) نکاح ہے جو رغبت سے کیا جائے (نہ کہ شرط کر کے بہ جبر) اور جس سے نکاح کا وہ مقصود حاصل ہو جائے جو نکاح سے مطلوب ہوتا ہے۔ پس جس نے مطلقہ ثلاثہ عورت سے اس نیت سے نکاح کیا کہ وہ عورت زوجِ اوّل کے لئے حلال ہو جائے تو یہ نکاح صورتاً تو نکاح ہے لیکن غیر صحیح نکاح ہے اور اس سے وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی، بلکہ

۱ سورہ ص:۵

۲ سورۃ الانعام:۷۰

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہ ایسی معصیت ہے جس کے مرتکب پر شارع نے لعنت فرمائی ہے اور شارع کسی ایسے فعل پر لعنت نہیں کرتا جو جائز (مشروع) ہو۔ بلکہ ایسے فعل پر بھی لعنت نہیں کرتے جو صرف مکروہ ہی ہو (حرام نہ ہو) جمہور علما کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ لعنت انہی گناہوں پر آئی ہے جو کبیرہ ہوں۔ اگر اس کا دوبارہ اعادہ کیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص خون کو پیشاب سے پاک کرے حالانکہ وہ پلیدی پر پلیدی ہے (وہ پاک کس طرح ہو گا؟)

امام مالک، امام احمد، امام ثوری رحمہم اللہ، اہل ظاہر اور ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد اہل حدیث واہل فقہ میں سے اسی موقف کی قائل ہے۔''

علامہ رشید رضا مصری مرتبِ افادات مزید لکھتے ہیں:

''الاستاذ الامام (شیخ عبدہ) نے فرمایا: حلالے والا نکاح، نکاحِ متعہ سے بھی بدتر ہے اور فساد وعار کے اعتبار سے بھی بہت شدید ہے اور کچھ دوسرے فقہا جو کہتے ہیں کہ یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے جب تک اس میں شرط نہ ہو، اس لئے کہ فیصلہ ظاہر پر ہوتا ہے، اس میں کار فرما مقاصد اور پوشیدہ باتوں کو نہیں دیکھا جاتا۔ تو ہم کہتے ہیں: ٹھیک ہے، لیکن دین قیم (اسلام) تو یہ ہے کہ ظاہر باطن کا آئینہ دار ہو، ورنہ وہ نفاق ہو گا۔ علاوہ ازیں حلالے کی نیت سے نکاح کرنے والا وہ نکاحِ حقیقی نہیں کرتا جو اللہ نے مشروع کیا (حکم دیا) ہے اور اسے بیان کیا ہے۔ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے جسے خود انسان جس طرح چاہے کر لے اور نہ اس شخص کی مرضی پر ہے جو بغرضِ حلالہ یہ کام کرواتا ہے اور اس پر اس کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔ اگر قاضی لاعلمی کی وجہ سے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ایسے نکاح کے نفاذ کا فیصلہ دیتا ہے، وہ تو معذور گردانا جاسکتا ہے، لیکن اس کا علم رکھنے والا اور اس کا ارتکاب کرنے والا معذور قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حافظ ابن قیم نے اس حلالے پر 'اعلام الموقعین' میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔''[1]

اس کے بعد امام عبدہ نے لعنت والی حدیث اور کرائے کے سانڈ والی حدیث ذکر کر کے وہ

1 اعلام الموقعین از امام ابن قیم: ۴۶/۳، طبع الکلیات الازہریہ، قاہرہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آثارِ صحابہ نقل کیے ہیں جن میں اس فعلِ حرام کو زنا اور قابلِ رجم قرار دیا گیا ہے جن کو ہم نے بھی پہلی قسط میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

"حلالہ کی اس رذالت (کمینگی وخساست) کے باوجود یہ فعل اُن اَشرار میں عام ہے جنھوں نے طلاق کی اجازت کو ایک عادت اور مذاق بنالیا ہے، بالخصوص اس فتویٰ اور حکم کی وجہ سے کہ ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینے سے تینوں ہی واقع ہو جاتی ہیں، مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے دین کو مذاق اور تماشا بنالیا ہے جس کی وجہ سے خود اسلام بدنام ہو رہا ہے، حالانکہ اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جو اسلام کے نام پر اس کو عیب ناک کر رہے ہیں۔

میں نے لبنان میں ایک عیسائی کو دیکھا جو اسلامی کتابوں وغیرہ کی خریداری اور ان کے مطالعے کا بڑا شوقین تھا، بالآخر اس کو ہدایت نصیب ہوگئی اور وہ مسلمان ہو گیا تاہم تصوف کی طرف اس کا رجحان رہا۔ مجھے اس نے کہا: اسلام میں مجھے تین عیبوں کے سوا اور کوئی عیب نظر نہیں آیا، اور یہ ممکن نہیں کہ یہ عیب اللہ کی طرف سے ہوں (یعنی لوگوں نے اُن کو اسلام کے نام پر گھڑ لیا ہے، اللہ کے نازل کردہ دین اسلام میں یہ نہیں ہو سکتے۔)

ان میں سب سے بدتر عیب حلالہ ہے۔ لیکن جب میں نے اس حلالے کی حقیقت اس پر واضح کی کہ یہ اسلام میں نہیں ہے، بلکہ لوگوں کا اپنا ایجاد شدہ طریقہ ہے تو وہ مطمئن ہو گیا۔"[1]

---

1 تفسیر المنار: ۲/ ۲۹۴، ۲۹۵، طبع دار المعرفۃ، مصر، ۱۹۳۴ء

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ابو مسعود عبد الجبار سلفی

امیر المؤمنین ہارون الرشید عباسی ہاشمی

قارئین کرام! ہماری اسلامی تاریخ بیدار مغز اور روشن ضمیر خلفا، اُمرا، فقہا و صلحا کے ایمان آفریں تذکروں سے معمور ہے۔ لیکن عبیدیوں، قرامطیوں[1] نے جو باتفاقِ اہل علم یہودی اور مجوسی النسل تھے، اپنے بنی فاطمہ علیہا صلوات اللّٰہ وسلامہ کی اولاد ہونے کا جھوٹا پروپیگنڈا کروا کر مغربِ اقصیٰ کی مسلم مملکتوں پر قبضہ کر لیا اور پھر اپنے بڑوں کی خیبر اور قادسیہ میں شکستوں کا بدلہ چکانے کے لیے اہل السنّہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے اور پھر اپنی سیاہ ترین کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے مُتشیّعین (ہم نواؤں) سے مسلمان خلفاو سلاطین کی ایسی تاریخ لکھوائی جو اُن کے دین اور تقویٰ اور روشن کردار کے بالکل برعکس تھی۔ ان کے سیاہ نویسوں نے اپنی تصانیف میں قرامطیوں کے ظلم وستم اور اسماعیلی باطنیوں کے خبثِ باطن اور عبیدیوں کے سبّ وشتم اور سلب ونہب کا تذکرہ آٹے میں نمک برابر بھی نہیں کیا، لیکن خلفاے راشدین اور سلاطینِ اسلام بشمول بنواُمیہ اور بنوعباس کی وقتی مصلحتوں اور اجتہادی لغزشوں کو پہاڑ بنا کر مسلمان نوجوان مردوں اور عورتوں کو اُن کے بزرگوں سے بدگمان کر دیا۔ حالانکہ ان مسلمان نوجوانوں کے روحانی اور نسلی آبا و اجداد اپنی بشری لغزشوں کے باوجود ان دشمنانِ اسلام سے ہزار درجہ بہتر تھے، کیونکہ ان کے جہاد کی برکت سے مملکتِ اسلامیہ کی حدود مشرق کی طرف چین اور مغرب کی طرف فرانس تک وسیع ہو گئی تھیں، جبکہ ان مسلم نما یہودیوں اور

۱ عبیدیوں سے مراد عبید اللہ بن میمون یہودی النسل کے متبعین ہیں جنھوں نے بنی فاطمہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے افریقیوں کو ساتھ ملا کر مصر وشام پر حکومت حاصل کر لی تھی۔ یہ باطنی یہودی اسلام اور مسلمانوں کی کھالیں اُتروا دیتے تھے۔ جبکہ قرامطہ سے مراد قرمط بن حمدان کے معتقدین ہیں جو شریعت کے ظاہری مفہوم کے منکر ہیں اور اپنی باطنی فرقے کے امام کی تشریح کو ہی مانتے ہیں۔ ان بدبختوں نے طاہر قرمطی کی قیادت میں حجر اسود کو اُکھاڑ کر سات ہزار حاجیوں کو مطافِ کعبہ میں قتل کر دیا تھا۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مجوسیوں کی سازشوں سے مسلم خلفا کمزور ہو گئے اور یہود و مجوس طاقتور ہو گئے اور اُنھوں نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور پھر ان کی شہ پر ہلاکو خان نے سلطنتِ اسلامیہ کو خون میں نہلا دیا۔ ان مسلم نما عبیدیوں، قرامطیوں اور باطنیوں نے اپنی صُلبی اور معنوی ذرّیت کو تحفظ دیا اور اُمتِ محمدیہ کے افراد کی زندہ کھالیں اُتروا کر اپنی آتش غضب اور اسلام دشمنی کو ٹھنڈا کیا۔

ہم نے اسلامی غیرت اور حمیت کی بنا پر اپنے اس مضمون میں ہاشمی خانوادے کے مشہور خلیفہ ہارون الرشید کی زندگی کے تابندہ نقوش پیش کیے ہیں تاکہ مسلمان نوجوان اپنے نیک فطرت خلفا و سلاطین کے جہادِ اسلامی اور غیرتِ ایمانی سے آگاہ ہو کر اپنا سر بلند کریں اور اپنی عظمتِ رفتہ کو لوٹا کر دکھا دیں۔ وما ذلك على الله بعزيز!

موجودہ دور کی تقریباً پچاس مملکتوں کا واحد حکمران خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید ۱۴۸ھ میں پیدا ہوا اور ۱۷۰ھ میں منصبِ خلافت پر فائز ہوا اور تقریباً ۲۳ سال منصبی ذمہ داریاں بخوبی سر انجام دے کر ۱۹۳ھ میں جہانِ فانی سے رحلت فرما کر جہانِ جاودانی میں فروکش ہو گیا۔ بوقتِ رحلت اس کی کل عمر پینتالیس تھی، اللہ تعالیٰ اس پر رحمتوں کی بارش برسائے اور اسے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

جب آپ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ سنِ شعور سے لے کر سنِ شباب تک آپ اپنی قیادت میں رومیوں سے جہاد کرتے رہے اور اُنھیں کئی مرتبہ شکست دے کر غنائم سے اسلامی بیت المال کو معمور کرتے رہے۔ جب آپ اپنے برادرِ اکبر امیر المؤمنین موسیٰ ہادی کی وفات کے بعد منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو ایک سال حج پر جاتے اور دوسرے سال رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے میدان جنگ میں اُتر جاتے۔ آپ کے مسلسل جہاد کی برکت سے مملکتِ اسلامیہ کی حدود مشرق میں چین اور مغرب میں مراکش تک وسیع ہو گئیں اور یورپ کی بازنطینی (رومی) حکومت آپ کے جہاد سے مرعوب ہو کر جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر اُن کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔

آپ کے دورِ خلافت میں بازنطینی ملکہ فوت ہو گئی اور نقفور بازنطینی سلطنت کا حکمران بن گیا۔ اس نے تختِ حکومت پر براجمان ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ مملکتِ اسلامیہ سے سابق

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حکومت کا معاہدہ توڑ دیا اور آپ کی طرف درج ذیل خط ارسال کر دیا :

سلطنتِ روما کے بادشاہ نقفور کی طرف سے عرب کے بادشاہ ہارون الرشید کی طرف

''مجھ سے قبل سلطنتِ روما (بازنطینی حکومت) کی ملکہ نے تجھے رُخ (بلند ترین چوٹی) پر کھڑا کر دیا تھا اور خود بیدق (نشیبی مقام) پر کھڑی ہو گئی تھی اور وہ تجھے مملکتِ عظمیٰ کی طرف سے سالانہ جزیہ بھیجا کرتی تھی اور یہ سب کچھ عورتوں کی کم عقلی اور فطری کمزوری کی وجہ سے ہوتا رہا۔ لہٰذا جب تو میرا یہ خط پڑھے تو گذشتہ سالوں کا ادا کیا ہوا جزیہ واپس کر دے اور اپنی جان کا فدیہ بھی ادا کر، ورنہ تیرے اور میرے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔''

جب امیر المؤمنین نے یہ خط پڑھا تو ہاشمی رگِ حمیّت بھڑک اٹھی اور آپ نے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے خط کی پشت پر درج ذیل جواب لکھ کر خط واپس بھیج دیا :

بسم الله الرحمٰن الرحيم... من هارون الرشيد أمير المؤمنين إلى نقفور كلب الروم. أما بعد! قد قرأت كتابك يابن الكافرة والجواب ما تراه دون ما تسمعه. والسلام[1]

''امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے روم کے کتے نقفور کی طرف...

اے کافرہ کے بیٹے! میں نے تیرا خط پڑھ لیا اور اس کا جواب تو کانوں سے سننے کی بجائے آنکھوں سے دیکھے گا۔ والسلام''

اس کے بعد آپ نے افواجِ اسلامیہ کو رومیوں سے جہاد کا حکم دیا اور اپنی قیادت میں افواجِ روم پر حملہ آور ہوا اور اسے شکست دیتا ہوا ہرقلیہ تک جا پہنچا اور رومی افواج کے کشتوں کے پشتے لگاتا ہوا نقفور کے محل تک جا پہنچا اور اس کی بیٹی کو قید کر کے اپنی باندی بنا لیا۔ جب نقفور نے اپنی افواج کی ذلت آمیز شکست دیکھی تو اس نے اموالِ غنیمت سے بھی دست برداری مان لی اور سالانہ جزیہ ادا کرکے صلح کا پیغام بھیج دیا۔ امیر المؤمنین نے اس کا غرور خاک میں ملا کر اس سے صلح منظور فرمائی اور سابقہ معاہدہ بحال کروایا اور پھر اپنی افواج اپنی چھاؤنیوں پر لے آئے۔

عمر بھر مسیحی قیصروں اور مجوسی منافقوں کو ناکوں چنے چبوانے والے امیر المؤمنین جس قدر

1 البدایة والنہایة از حافظ ابن کثیر: ۲۴/۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کفار کے مقابلے میں فولاد تھے، اس قدر ہی آپ علما، فقہا اور صلحاے اُمت کے سامنے بریشم کی طرح نرم تھے۔

امیر المومنین ہارون کی نرم خوئی اور سخاوت کے واقعات

امیر المومنین ہارون الرشید قابل رشک کردار کے حامل تھے۔ یہ اپنے دورِ خلافت میں ایک سال جہاد کرتے اور اگلے سال ایک ۱۰۰ محدثین وفقہاے کرام کو ساتھ لے کر حج کرتے اور جس سال خود جہاد پر چلے جاتے تو اس سال تین صد محدثین وفقہا کو زادِ حج دے کر جاتے۔

حاملینِ علوم نبوت کی تعظیم وتوقیر تو وراثتاً اُن کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی، ان کے جد امجد سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ بذاتِ خود ہاشمی سید ہونے کی وجہ سے اپنے اُستاد کا بے حد احترام کرتے تھے اور اس احترام کی برکت سے ان کو اطرافِ عالم میں ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ دنیا اس ہاشمی شہزادے سے حصولِ علم وادب کی خاطر شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیوں کی طرح جمع رہتی تھی۔ امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے اس بھائی کے بارے میں فرماتے تھے:

لله در ابن عباس كأنه ينظر إلىٰ الغيب من ستر رقيق[1]

"عبد اللہ بن عباس کو کمال بخشنے والی ذات کس قدر ستودہ صفات ہے۔ وہ تو گویا غیب کی طرف باریک پردے سے دیکھ لیتے ہیں۔"

امیر المؤمنین کو محدثین کرام کی طرح متصل اسناد کے ساتھ حضرت رسولِ کریم ﷺ سے روایات بیان کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ وہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں کئی مرتبہ متصل سند کے ساتھ حضرت رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اتقوا النار ولو بشق تمرة»[2]

"لوگو! دوزخ کی آگ سے بچو، اگرچہ آدھی کھجور صدقہ کرکے بچنا پڑے۔"

اور بذاتِ خود اس کا عملی ثبوت بھی دیتے اور روزانہ ایک ہزار صدقہ کرتے اور نمازِ پنجگانہ کی باجماعت ادائیگی کے ساتھ ساتھ روزانہ ۱۰۰ رکعت نوافل ادا کرتے۔ امیر المؤمنین محدثین

۱ الآداب الشرعیۃ از علامہ ابن مفلح: ۱/۷۷
۲ صحیح بخاری: ۱۴۱۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کرام کو وقتاً فوقتاً دعوتِ طعام دیتے اور ان کے اِکرام کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک نابینے عالم محمد بن حازم ابو معاویہ الضریر سے احادیثِ نبویہؐ سننے کا شوق ظاہر کیا۔ جب اُنھوں نے احادیث سنانا شروع کیں تو جہاں بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا، آپ فوراً ﷺ علیٰ سیدی پڑھ لیتے اور جس حدیث میں کوئی نصیحت آموز بات ہوتی تو آپ اسے سن کر رو پڑتے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے مٹی تر ہو جاتی۔

ابو معاویہ الضریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے گھر میں کھانا کھایا پھر جب میں ہاتھ دھونے کے لیے اُٹھا تو آپ نے میرے ہاتھوں پر پانی بہایا اور میں نابینا ہونے کی وجہ سے اُنھیں دیکھ نہ سکا، جب میں ہاتھ دھو کر واپس آیا تو آپ نے مجھ سے پوچھا۔ اے ابو معاویہ! آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے ہاتھ دھلوانے کی سعادت کس نے حاصل کی؟ میں نے جواب دیا کہ مجھ نابینے کو کیا پتہ کہ وہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا: یہ سعادت خود امیر المؤمنین نے حاصل کی ہے۔ تو میں نے اُن کے لیے دعا کی تو آپ نے فرمایا: میں نے علم کی تعظیم کی خاطر ایسا کیا ہے۔ امیر المؤمنین کا علماے کرام کے ساتھ ایسا برتاؤ ان کی فرزانگی عقل اور شرافتِ ذاتی کی زبردست دلیل ہے۔ ایک دفعہ آپ حج پر گئے اور اپنے ساتھ اپنے بیٹوں کو بھی لے گئے تاکہ وہ علماے ربانیین کے ساتھ اپنے باپ کے برتاؤ سے سبق حاصل کریں۔

جب آپ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ گئے تو آپ نے امام مالک بن انس سے ان کی تصنیف موطأ کی مرویات سننے کا شوق ظاہر کیا اور ان کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ آئیں اور ہمیں احادیثِ نبویہؐ سنا جائیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ علم کے پاس چل کر آیا جاتا ہے وہ خود کسی کے پاس چل کر نہیں جاتا۔ یہ جواب سن کر ہارون الرشید اپنے بیٹوں سمیت خود اُن کے دروازے پر آیا اور وہاں بیٹھ کر آپ کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا، جب آپ باہر آئے تو ہارون الرشید نے کہا: اے ابو عبد اللہ! ایک تو آپ ہمارے بلانے پر بھی نہیں آتے اور جب ہم آتے ہیں تو آپ ہمیں دروازے پر بٹھائے رکھتے ہیں اور باہر ہی نہیں آتے۔

امام مالک نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ جس علم کو سننے آئے ہیں، وہ آپ کے گھرانے سے حاصل کیا گیا ہے اور آپ ہی اس کی عزت و آبرو رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں، میں آپ ہی کے گھرانے کے علم کی شان کے پیش نظر اس کی تیاری میں مصروف تھا، اس لیے دیر ہو گئی۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جب آپ احادیثِ نبویہ سنانے کے لیے مسجدِ نبوی میں تشریف لائے تو امیر المومنین کرسی پر بیٹھ کر احادیث سننے لگے۔ امام مالک بن انس نے یہ دیکھ کر اپنی سند سے حدیث روایت کی:

«من تواضع لله رفعه الله ومن تكبّر وضعه الله»[1]

"جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا اللہ اسے سربلند کر دے گا اور جو کوئی تکبر کرے گا اللہ اسے ذلیل و خوار کر دے گا۔"

یہ سن کر امیر المؤمنین امام مالک کے برابر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تو امام مالک نے حدیث رسول ﷺ بیان کی: «إن من إجلال الله إكرام ذی الشيبة المسلم»[2]

"یقیناً ایک بزرگ مسلمان کی عزت کرنا اللہ کی جلالت بیان کرنے جیسا ہے۔"

تو امیر المومنین سامنے صف پر بیٹھ گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر آپ کی امام مالک سے ملاقات ہوئی تو خلیفہ نے فرمایا کہ "ہم نے آپ کے علم کی تواضع کی تو ہم نے نفع حاصل کیا، جبکہ سفیان بن عیینہ کا علم ہمارے سامنے متواضع ہو گیا تو ہمیں کوئی نفع حاصل نہ ہوا۔"

ایک سال آپ حج پر آئے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ آپ کو فاروقی النسل عبد اللہ بن عبد العزیز العمری نے صفا پہاڑ پر روک لیا اور پوچھا: امیر المومنین! تجھے پتا ہے کہ اس وقت کتنی مخلوق بیت اللہ کے گرد طواف کر رہی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کی صحیح تعداد اللہ کے سوا کون جانتا ہے۔

عبد اللہ العمری نے کہا: اے ہارون! ان سب نے قیامت کے دن اپنا اپنا حساب دینا ہے اور تم نے ان سب کا حساب دینا ہے، یہ سن کر امیر المؤمنین اتنے روئے کہ اُن کے آنسو آنکھوں سے بہہ کر رخساروں پر تیرنے لگے اور اُنھیں صاف کرنے کے لیے یکے بعد دیگرے کئی رومال منگوانے پڑے۔ عبد اللہ العمری نے اپنے وعظ کے دوران یہ بھی کہا کہ امیر المؤمنین جو شخص اپنے باپ کے خون پسینے کی کمائی فضول قسم کے شوق پورے کرنے میں ضائع کر رہا ہو تو اس پر شرعی قانون 'حجر' نافذ ہو جاتا ہے اور اس کے اختیارات محدود کر دیے جاتے ہیں، تو اس شخص کا

۱ المعجم الاوسط للطبرانی: ۵/ ۱۳۹

۲ سنن ابو داود: ۴۸۴۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کیا حال ہو گا جو مسلمانوں کے بیت المال کے پیسے کو اپنا صواب دیدی فنڈ قرار دے کر اپنے منظورِ نظر افراد کو نواز تا رہے!! یہ بات سن کر وہ چل دیے اور امیر المومنین کو روتا چھوڑ گئے۔ امیر المومنین ہارون الرشید اپنے اوپر تنقید کو بڑے حوصلے اور تحمل سے سنتے اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے اور اللہ کے سامنے رورو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے۔

ایک دفعہ آپ نے امام ابن سماک کو قصر خلافت میں پند ونصیحت کے لیے بلایا تو اس نے بڑا پُر تاثیر وعظ کیا اور اپنے وعظ میں کہا: اے امیر المومنین! آپ اکیلے پیدا ہوئے اور اکیلے ہی مریں گے اور اکیلے ہی قبر میں داخل کیے جائیں گے اور وہاں سے اکیلے ہی اُٹھیں گے، لہٰذا جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہونے کے وقت سے ڈرو، کیونکہ وہاں قدم پھسل جائیں گے اور وہاں ایسے لوگ بھی پکڑے جائیں گے جو گناہ کا پکا منصوبہ بنا چکے تھے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے مر گئے ہوں گے۔ یہ سن کر امیر المومنین پر رقت طاری ہو گئی اور وہ زار وقطار رونے لگے۔ اسی دوران آپ کے سامنے پانی بھرا پیالہ پیش گیا تو ابن سماک نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ کی جان لبوں پر آئی ہو اور پیاس کی شدت بجھانے کے لیے پانی نہ مل رہا ہو تو آپ اس کے حصول کے لیے کتنا معاوضہ دینا پسند کرو گے؟ آپ نے فرمایا: میں اپنی آدھی سلطنت دینے کو تیار ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا: اگر آپ وہ پانی پی لیں اور پیشاب کا راستہ بند ہو جائے تو کیا کرو گے؟ آپ نے فرمایا: باقی سلطنت بھی دے دوں گا تا کہ میری جان بچ جائے۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! تیری سلطنت اللہ کے ہاں ایک پانی کے پیالے سے بھی کم تر ہے، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور ایمان کے بعد صحت کو غنیمت سمجھو اور اپنی رعایا پر شفقت کرو۔

ایک دفعہ آپ عمائدین سلطنت کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ ایک آدمی نے آپ کو آپ کی کسی کوتاہی پر متنبہ کرتے ہوئے کہہ دیا: اے امیر المؤمنین! اللہ سے خوف کھایے تو آپ فوراً گھوڑے سے اُترے اور اپنا سر ننگی زمین پر سجدے میں رکھ دیا۔ جب سجدے سے سر اُٹھایا تو ساتھیوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے اس جملے کو بڑی سنجیدگی سے لیا اور گھوڑے سے اتر کر اللہ کو سجدہ کیا۔ حالانکہ یہ بات تمام لوگ عموماً ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس آدمی کے منہ سے اتق اللہ کا مبارک کلمہ سن کر اس منافق کا حال یاد کر کے سجدے میں گر گیا کہ جسے یہی کلمہ کہا جاتا ہے تو وہ ناک لبوں تک چڑھا لیتا ہے اور اپنے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آپ کو بالاتر سمجھ کر ظلم وفساد پر اڑ جاتا ہے۔ جہنم کا ایندھن بننے سے نہیں ڈرتا۔ یہ تو ان کے خوفِ الٰہی کا حال تھا، ذرا یہی بات آج کسی مولانا اور شیخ المشائخ کو کہہ کر دیکھ لیجیے کہ وہ آپ کو اس کے جواب میں کتنی صلواتیں سنائے گا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ابن عساکر کے حوالے سے ابراہیم المہدی سے بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین ہارون نے اپنے خانساماں سے پوچھا کہ آج کے کھانے میں اونٹ کے گوشت کا سالن ہے؟ اس نے کہا: ہاں موجود ہے، شوربے والا بھی اور روسٹ کیا ہوا بھی۔

آپ نے فرمایا: کھانے کے ساتھ وہ بھی پیش کیجیے۔ جب اس نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ نے اپنے منہ میں ڈالنے کے لیے گوشت کا لقمہ اُٹھایا تو جعفر برمکی مسکرایا۔ ہارون نے لقمہ رکھ دیا اور جعفر سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے کوئی بات یاد آگئی جو میرے اور میری باندی کے درمیان ہوئی تھی، اس کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں، آپ نے فرمایا: تجھے قسم ہے اس حق کی جو میرا تیرے اوپر ہے، مجھے بتایے وہ کیا بات تھی؟ جعفر برمکی نے کہا: امیر المومنین پہلے یہ لقمہ تناول فرمالیجیے، پھر آپ کو بتاؤں گا۔ آپ نے گوشت کا لقمہ پلیٹ میں رکھ دیا اور کہا مجھے ابھی بتایے؟ جعفر نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اندازہ لگا سکتے ہیں جس اونٹ کا گوشت آپ کے مطبخ میں پکا ہے، وہ کتنے کا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: یہی کوئی چار ہزار درہم کا۔ اس نے کہا: نہیں اے امیر المومنین وہ چار لاکھ درہم کا سمجھ لیجیے۔ آپ نے پوچھا: وہ کیسے...؟

اس نے کہا کہ آپ نے طویل عرصہ قبل مطبخ میں پکے ہوئے اونٹ کے گوشت کی فرمائش کی تھی جو اس دن اونٹ ذبح نہ ہونے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ آج کے بعد مطبخ میں اونٹ کا گوشت ضرور پکنا چاہیے تو اس دن سے ہم آپ کے لیے بازار سے گوشت نہیں خریدتے تھے، بلکہ اونٹ خرید کر خود ذبح کرواتے اور اپنی نگرانی میں پکواتے تھے اور اس دن سے لے کر آج کے دن تک چار لاکھ درہم کے اونٹ ذبح ہو چکے ہیں، لیکن آپ نے اس دن کے بعد آج ہی اونٹ کا گوشت طلب کیا ہے جو آپ کے سامنے پڑا ہے۔ میں اس لیے مسکرا پڑا کہ یہ لقمہ جو امیر المومنین نے کھانے کے لیے منہ میں ڈالا تھا وہ امیر المومنین کو چار لاکھ درہم میں ملا ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہ سن کر ہارون الرشید روئے اور دستر خوان اٹھانے کا حکم دیا اور اپنے آپ کو کوسنے لگے کہ هَلكتَ والله يا هارون! اور اذانِ ظہر تک روتے رہے، پھر باہر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور پھر واپس آکر رونے لگے حتیٰ کہ عصر کی اذان ہوگئی اور اس دوران آپ نے حرمین شریفین کے فقرا میں دولاکھ درہم اور بغداد کے مشرقی حصے اور مغربی حصے کے فقرا میں دولاکھ درہم اور کوفہ اور بصرہ کے فقرا میں دولاکھ درہم صدقہ کرنے کا حکم دیا، پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور واپس آکر نمازِ مغرب تک بارگاہِ الٰہی میں اپنی کوتاہی پر آہ وزاری کرتے رہے۔ جب آپ نماز مغرب پڑھاکر فارغ ہوئے تو قاضی ابویوسف بھی آگئے اور سارا دن بھوکا پیاسا اور رو دھو کر گزارنے کی وجہ پوچھی، آپ نے سارا قصہ سنا کر کہا کہ بیت المال کا اتنا پیسہ محض میری خواہش کی تکمیل میں بے جا صرف ہوا جس سے میرے حصہ میں صرف ایک لقمہ آیا۔ قاضی ابویوسف نے جعفر برمکی سے پوچھا کہ جو اونٹ آپ ذبح کر کے پکاتے رہے وہ خراب ہو جاتا تھا یا اسے لوگ کھا لیتے تھے ؟ اس نے بتایا کہ لوگ کھا لیا کرتے تھے۔ ابویوسف نے کہا: امیر المومنین! اللہ سے ثواب کی بشارت حاصل کیجیے کہ آپ کی وجہ سے اتنا عرصہ مخلوقِ خدا شاہی کھانا کھاتی رہی اور اللہ نے آپ کو صدقہ کی توفیق عطا فرمائی جو آپ کی بھول کا کفارہ بن گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس نادانستہ کوتاہی پر آپ کو اپنا خوف عطا فرمایا اور آپ سارا دن روتے رہے اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ﴾

اپنے دورِ خلافت میں ہارون الرشید نے بڑا وسیع وعریض اور خوش نما محل تعمیر کروایا اور اس میں فروکش ہو کر عمایدین سلطنت کو دعوتِ طعام دی اور ایک شاعر کو اس پُرمسرت موقع پر خوش کن اشعار پڑھنے کے لیے بلایا تو اس نے بھری محفل میں جو اشعار پڑھے انھوں نے ہارون الرشید کو چونکا دیا اور وہ سب کے سامنے رونے لگا، وہ اَشعار یہ تھے:

عِشْ ما بَـدَا لكَ سالمـاً ... في ظِـلِّ شاهقَـةِ القُصورِ
يسْعَى عليكَ بِمَا اشتهيْتَ ... لـدَى الـرَّواحِ أوِ البُكُورِ
فإذا النّـفوسُ تَقعقَعتْ ... عن ضيقِ حَشرجَةِ الصّدورِ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فَهُنَــاكَ تَعــلَم، مُوقِــناً مَــا كُنْــتَ إلاَّ فِي غُــرُورِ[1]

"اے امیر المومنین! بلند و بالا محلات کے سائے میں اپنی من پسند زندگی بسر کر لے۔ تیری چاہتیں شام سے صبح تک تیری طرف لپک لپک کر آ رہی ہیں۔ جب بوقت نزع سینے کی تنگی کی وجہ سے سانس اُکھڑنے لگیں گے تو اس وقت تجھے علم الیقین ہو جائے گا کہ تو دھوکے اور فریب میں مبتلا تھا۔"

ساری محفل والے شاعر کو کوسنے لگے کہ امیر المومنین نے موقع کی مناسبت سے خوش کن اشعار پڑھنے کے لیے تجھے بلایا تھا، لیکن تو نے اُلٹا انھیں رلا دیا۔ ہارون الرشید نے حاضرین محفل کو روک دیا اور فرمایا: اسے کچھ نہ کہو، اس نے ہمیں تاریکی میں غرق دیکھا تو مزید غرق کرنا مناسب نہ سمجھا۔

آخر میں ہم یہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ باوجود اتنے کمالات رکھنے کے ہارون الرشید کوئی فرشتہ نہ تھے کہ ان میں کوئی بشری کمزوری نہ ہو، البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہمارے خلفا و سلاطین متشیعین کے مسلم نما قرمطیوں اور باطنی یہودیوں اور مجوسیوں سے ہزار درجہ بہتر تھے، جنھوں نے بنی فاطمہ علیہا صلوٰۃ اللہ وسلامہ کی نسل سے ہونے کا جھوٹا پروپیگنڈا کر کے مغربِ اقصیٰ پر حکومت قائم کر لی اور مفسدین کی تائید کر کے ان سے طوافِ بیت اللہ کرتے ہوئے سات ہزار حاجیوں کو قتل کروا کر بئر زمزم میں پھنکوایا اور حجر اَسود اُکھڑوایا۔ اپنی کالی کرتوتوں اور اِباحتوں پر تنقید کرنے والے امام اہل سنّت عبد الغنی نابلسی کی زندہ کھال اُتروائی اور ہزاروں اہل اسلام کو شہید کر کے یہود و مجوس اور نصاریٰ کو خوش کیا اور وہ آج کل اپنے آپ کو مؤمن کہلا کر ملک شام و عراق اور ایران میں مذہبی مخالفین کو امریکی اور اسرائیلی ہتھیاروں سے نیست و نابود کر رہے ہیں۔

اللهم اجعل ثأرنا على من ظلمنا واجعل كيد المنافقين في نحرهم

1 المجالسة وجواهر العلم از ابو بکر احمد بن مروان مالکی: ۱۶۲۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خالد المعینا[1]

اہل مغرب کا مسلمانوں سے سفّاکانہ رویہ

اسرائیل کی غزہ پر تباہ کن بمباری، اس کی مکمل تباہی اور اسرائیلی فضائی حملوں میں فلسطینی بچوں کے براہ راست قتل عام نے دنیا بھر کے لوگوں کو شدید صدمے سے دوچار کردیا ہے۔ بمباری میں بچوں کے چیتھڑوں اور مسخ شدہ لاشوں، مساجد اور گرجاگھروں کی تباہی نے دنیا بھر کی توجہ حاصل کی ہے لیکن ایسا مین سٹریم میڈیا کے ذریعے نہیں ہوا ہے بلکہ یہ شعور تصاویر ٹویٹر اور فیس بک کے ذریعے بیدار ہوا ہے۔

سوشل میڈیا نے فلسطینی المیے اور انسانی مصائب کو اُجاگر کیا ہے، ایسے لوگوں کے ہولوکاسٹ اور مکمل نسل کشی کو منظر عام پر لایا ہے جن کی واحد درخواست یہ ہے کہ انھیں آزادی، امن اور وقار سے جینے دیا جائے۔ لیکن امریکا کے مین سٹریم میڈیا نے مکمل طور پر ایک سنگ دلانہ حکمتِ عملی اختیار کی ہے، قریب قریب تمام اخبارات، سی این این، سی سپین، فاکس اور ان سے وابستہ ادارے حماس کو اسرائیل پر حملہ آور ہونے کا الزام دے رہے ہیں، اس کو موجودہ صورت حال کا ذمے دار اور اسرائیل کی سکیورٹی اور استحکام کے لیے خطرے کا موجب قرار دے رہے ہیں۔

بعض اینکروں نے تو جھوٹ تراشنے سے بھی گریز نہیں کیا ہے۔ بعض دوسروں نے فلسطینیوں کو بالکل نظر انداز کردیا اور اپنی توجہ خیالی سرنگوں اور راکٹوں پر مرکوز کیے رکھی ہے۔ اُنھوں نے جان بوجھ کر ہر کسی کی توجہ اس جانب مرکوز نہیں کی ہے کہ امریکا کی جانب سے آزادانہ طور پر مہیا کیے جانے والے ہتھیاروں، بموں اور راکٹوں نے بچوں کو زندہ جلا دیا،

1. چیف ایڈیٹر 'عرب نیوز' انگریزی سعودی عرب کی مشہور صحافتی شخصیت

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسپتالوں میں بیماروں اور ضعیفوں کو مار دیا اور رمضان المبارک کی مقدس راتوں کے دوران عبادت کرنے والوں کو تہس نہس کر دیا ہے، اُن کے حُلیے بگاڑ دیے ہیں۔

یہ جنگ نہیں تھی۔ یہ ایک قتل عام تھا جس کو امریکا میں میڈیا نے مہمیز دی۔ ایسا میڈیا جو ننگے ہو کر تعصّب کا مظاہرہ کر رہا تھا، اس نے بالواسطہ طور پر حملوں کو نظر انداز کر کے اور ان کو نہ دکھا کر اُن کی حوصلہ افزائی کی ہے اور ہسٹریائی کیفیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

میڈیا اس وقت اپنی غیر اخلاقی پن کی حدوں کو چھو رہا تھا جب اس نے براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگراموں کو بھی سنسر کرنا شروع کر دیا۔ ماضی میں موقر سمجھے جانے والے ادارے سی سپین نے بھی ایسے ہی کیا۔ نسل کشی کے مخالف ماہرین کو نشریات میں بلانے سے گریز کیا گیا یا اُن کو بولنے کا وقت ہی نہیں دیا گیا۔

لیکن لاطینی امریکا کے ممالک اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ فلسطینیوں کے ہولوکاسٹ کے خلاف بولے ہیں حالانکہ وہ خود امریکا کی خارجہ پالیسی کا شکار رہے ہیں مگر کسی یورپی یا مغربی لیڈر کو چیخنے، چلانے کی توفیق نہیں ہوئی ہے۔

امریکی حکومت اور اس کے قانون سازوں کا میڈیا سے اتنا تعلق رہا ہے کہ وہ اس کے ذریعے حماس سے یہ کہتے پائے گئے ہیں کہ وہ اپنی جارحیت کو روکے۔ اس معاملے میں کینیڈا سب سے بڑا مجرم بن کر سامنے آیا ہے اور میں عرب کاروباری حضرات سے یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ کسی کینیڈین وفد سے ہر قسم کا میل ملاقات بند کر دیں بالکل ایسے جس طرح انھوں نے ماضی میں روس کے ساتھ کیا تھا۔ اس تحریک کا یورپی یونین کے رکن ممالک اور امریکا پر بھی اطلاق کیا جانا چاہیے اور امریکا تو سب سے زیادہ جارحیت پسند ثابت ہوا ہے۔

صدر اوباما نے اس دوران اسرائیل کے 'آئرن ڈوم پروگرام' کے لیے اضافی فنڈز کی منظوری دی ہے اور اسرائیل کے ہتھیاروں کے ذخیروں میں اضافے کے لیے لیزر گائیڈڈ بموں اور راکٹوں کی بھاری کھیپ روانہ کی ہے۔ ان یورپی ممالک اور امریکا کے نزدیک فلسطینیوں کی زندگیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ان کے لیے ہم عرب محض ایک مارکیٹ ہیں، گیس

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسٹیشنز ہیں اور ان کے لیے ایسے لوگ ہیں جنھیں 'آپ ہمارے اتحادی اور کاروباری شراکت دار ہیں' ایسے الفاظ سے بہلایا یا پھسلایا جاسکتا ہے۔

ممکن ہے پہلے یہی معاملہ رہا ہو لیکن اب عرب عوام اس حقیقت کو جان گئے ہیں اور وہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں، وہ ان کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ وہ اب اس معاملے کو سنجیدگی سے لے رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ برابری کا برتاؤ کیا جائے۔

اب ایسے تجارتی وفود کو قبول نہیں کیا جانا چاہیے جن میں کٹر صہیونی شامل ہوں جو اپنی چیزیں بیچنے اور دھوکا دہی سے جیبیں بھرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، ایسے صحافیوں کو بھی خوش آمدید نہیں کیا جانا چاہیے جو یہاں کے داخلی مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے آتے ہیں اور ان سے کسی قسم کی کوئی ہمدردی ظاہر نہیں کی جانی چاہیے۔

مغرب کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ ہم بعض پہلوؤں میں اگرچہ ناکام ہوگئے ہیں لیکن ہم اس کے باوجود ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ہمیں امن درکار ہے اور آپ انصاف اور فلسطینی عوام کو ان کا حق دیے بغیر امن نہیں دے سکتے ہیں۔ آپ وہاں امن قائم نہیں کرسکتے جہاں عوام کی خواہشات اور امنگوں کو جبری دبا دیا جائے۔ اگر مغرب انسانی حقوق کے ایشو کو مکمل طور پر نظر انداز کرتا اور اپنے اقتصادی مفاد کے لیے مطلق العنان حکومتوں کو مضبوط کرتا ہے تو پھر امن قائم نہیں ہوسکتا ہے۔

ان تمام سازشی کھیلوں کو فوری طور پر بند کرنا ہوگا۔ دوسری صورت میں مغرب دہشت گردی کی کارروائیوں کے ذریعے اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ دہشت گردی ان کی ناانصافیوں سے ہی پروان چڑھے گی کیونکہ جن لوگوں کے پاس کوئی قانونی راستہ نہیں بچے گا تو وہ پھر دہشت گردی کے ذریعے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مغرب کو ہمارے ساتھ برابری کی بنیاد پر معاملہ کرنا چاہیے۔ ہمیں دوست چاہئیں، آقا نہیں۔

('العربیۃ نیوز' میں شائع ہونے والی خبر کا متن ... پیر، ۱۱/ اگست ۲۰۱۴ء)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المکتبة الرحمانية

اُساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع

ایئر کنڈیشنڈ ہال

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی ودینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

سہولیات

- جملہ اُردو وعربی تفاسیر اور علومِ قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروحِ حدیث اور علومِ قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اَسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اَوقات

صبح 9:00 بجے
تا
شام 5:00 بجے
(چھٹی بروز جمعہ)

Designing & Printing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

بمقام

ادارہ 'محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، 042-35866396

موبائل 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 46 No.3

Monthly MUHADDIS Lahore

35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالا تر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۶۰ روپے
- زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700